بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لاجواب المسمّٰی بہ

اطفاء الفتن

فی

مسئلۃ الدعاء بعد السنن

ویلیہ

کراھۃ الدعاء بین الفرائض والسنن

مصنّف

پیر طریقت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبۂ نشر و اشاعت
جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی
فقیہ کالونی ۵ اورنگی ٹاؤن، کراچی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلے کے بارے میں کہ سنتوں کے بعد اجتماعی ا–دعا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعض اس کو بدعت کہتے ہیں آیا اس کو بدعت کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ مسئلے کی وضاحت دلائل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

سائل: فقیر محمد اسماعیل، فرنٹیئر کالونی، کراچی

باسمه تعالٰی الجواب بعون الملک العلام الوهاب

سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مطلق اجتماعی دعا کرنے کا حکم اللہ تعالٰی نے قرآن

اے الدعاء فی اللغة حاجت خواستن وفی الاصطلاح ان الدعاء طلب الادنٰی من الاعلٰی علی خضوع وقال الامام الرازی وحقیقة الدعاء استدعاء العبد ربه جل جلاله العناية واستمداده اياه المعونة (تفسير كبير، ج ٥، ص ١٠٢) قال العلامة غلام محمد الحقانی فاعلم ان الدعاء طلب الادنٰی من الاعلٰی بالخضوع وهذا هو المراد بقولهم الدعاء حاجت خواستن (منهاج الحقائق، ص ٣) والدعاء اظهار العبودية والذلة والانكسار والرجوع الى الله تعالى (كبير ص١٣٦، ج٢) وفی روح البيان والمقصود من الدعاء انما هو اظهار العبودية والافتقار الى رحمتک والاستعجال لنيل اياديک (ص٤٣، ج٢) وفی قسطلانی معما فی الدعاء من الانقياد والاستلام واظهار الافتقار الى الله تعالى (ص١٥٨، ج٩) وفی فتح البارى ولما فی ذالک ای فی الدعاء من الانقياد والاستلام

واظہار الافتقار (ج ۱، ص ۴۳) وفی طحطاوی ویکون فی الدعاء بالاستغفار اظہار الافتقار الی اللہ تعالٰی (ص ۱۷۳) (تنویر الایمان، ص ۱۵۵) وفی تفسیر الخازن الدعاء ہو السوال وہو نوع من نوع العبادۃ (ج ۲، ص ۱۰۳) اللہ تعالٰی نے دعا کو عبادت فرمایا ہے کقولہ تعالٰی ان الذین یستکبرون عن عبادتی الخ (سورۃ مومن، پ ۲۴، آیت ۲۰) قال الرازی فمن ابطل الدعاء فقد انکر القرآن (تفسیر کبیر ج ۵، ص ۱۰۹) قال السدی یستکبرون عن عبادتی ای دعائی (تفسیر ابن جریر ج ۲۴، ص ۵۲، نزھۃ المجالس ج ۱، ص ۶۷، ابن کثیر ج ۴، ص ۸۲) وقال الصاوی الدعاء فی الاصل السوال

مجید میں فرمایا ہے۔ کقولہ تعالٰی: وقال ربکم ادعونی استجب لکم الایۃ (سورۃ مومن، پ ۲۴، آیت ۲۰) اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ آیت کریمہ میں غور کرنے سے خود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالٰی نے اجتماعی دعا کرنے کا امر فرمایا ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں ادعوا اور دو مقام پر کم ضمیر جمع کا ذکر فرمایا ہے۔ اور کبیری ص ۳۸۹، شامی ۳۵۶، مراقی الفلاح ص ۱۸۷، اور فتح القدیر میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ سنت فرض کے مکمل تابع ہے اور لواحق ہیں نہ کہ اس کا غیر اور اجنبی تو دعا بعد السنن جائز ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: فاذا فرغت فانصب الایۃ

والتضرع الی اللہ تعالٰی فی الحوائج الدنیویۃ والاخرویۃ الجلیلۃ والحقیرۃ (صاوی) و قولہ تعالٰی عن عبادتی الخ قال علیہ السلام الدعاء ہو العبادۃ وقرء ہذہ الایۃ ﷺ (مدارک) وفی تفسیر کبیر اعلم ان لفظ الدعاء یحتمل وجوہاً کثیرہ ان یکون المراد من الدعاء العبادۃ

قال عليه السلام الدعاء هو العبادة ومما يدل عليه قوله تعالٰی ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون الخ (کبیر ج ۲، ص ۱۲۷)

مولوی محمد حسین صدیقی دیوبندی استاذ جامعہ منوریہ لکھتے ہیں مندرجہ بالاآیت کے ترجمہ میں کہ "جولوگ میری عبادت یعنی دعاسے تکبر اور بڑائی کرتے ہیں الخ (روضۃ الطالبین ص ۳۲)

احادیث نبوی پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کو عین عبادت فرمایا ہے۔

جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش کرو۔ (الانشراح، پ ۳۰، آیت ۷) حضرات عبداللہ بن عباس، مجاھد، قتادہ، ضحاک، مقاتل اور کلبی رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اسکی تفصیل میں فرمایا: فاذا فرغت من الصلوة فاجتهد ۳ے فی الدعاء (تفسیر مدارك، خازن ص ۲۲۰، معالم التنزیل) یہ آیت مطلق ہے جو دعا بعد السنن کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: انه کان فریق من عبادی یقولون ربنا امنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الراحمین ٥ (پ ۱۸، المومنون، آیت ۱۰۹)

كقوله عليه السلام "عن النعمان بن بشیر رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الدعاء هو العبادة" (تفسیر خازن ج ۴، ص ۵۶) ترمذی، تفسیر قرطبی ج ۱۵، ص ۳۲۶، ابو داؤد ج ۱، ص ۲۰۸، تفسیر ابن جریر ج ۲۴، ص ۵۱، ابن کثیر ج ۴، ص ۸۵، مشکوة ج ۱، ص ۲۱۱، کتاب الدعوة) قال القرطبی فدل هذا ان الدعاء هو العبادة (قرطبی ج ۱۵، ص ۳۲۶) وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الدعاء مخ العبادة ترمذی ج ۲، ص ۱۹۵: مشکوٰۃ ج ۱، ص ۲۱۱، البصائر ص ۱۲۲، روضة الطالبین مع زاد الطالبین ص ۳۲، نفائس مطلوبه ص ۱۲) وقال الرازی لا جرم کان الدعاء اعظم انواع العبادة

(کبیر ج ۴، ص ۲۳۶) (نفائس مطلوبہ لمولانا محمد روشن)

۲۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: فان السنة تابعة للفرض ومكملة لها وقت العرض (مرقات ج ۲، ص ۱۱۹، طبع ملتان) قال عبد الرحمٰن جزری ان السنن من لواحق الفرائض فليست باجنبية عنها (الفقه على المذاهب الاربعة ج ۱، ص ۳۳۰) ان مذکورہ اقوال کا استدلال اور مأخذ یہ حدیث ہے:

عن تميم الداری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اول ما يحاسب به العبد يوم القيٰمة الصلوٰة فان كان اكملها كتبت له كاملة وان لم يكن اكملها قال للملائكة انظروا هل تجدون لعبدی من تطوع فاكملوا بها ما ضيع من فريضة ثم الزكوٰة ثم توخذ الاعمال بحسب ذالک (مسند احمد ج ۴، ص ۱۰۳، مصنف ابن ابی شيبة ج ۱۱، ص ۴۱) وفی رد المحتار ان السنن من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية عنها فما يفعل بعدها يطلق عليه انه عقيب الفريضة (رد المحتار ص ۳۹۱) وايضاً فی الكبرى ص ۳۵۵) وهذا هو السند على كون الدعاء عبادة وهذا النص مطلق من ان يكون بعد الصلوٰة او لا وان يكون

بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخشدے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (کنز الایمان) اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ گرامر کے لحاظ سے تمام صیغے اور خطاب جمع کے ہیں۔ مثلاً یقولون اور چار مقامات پر صیغہ متکلم مع الغیر کا استعمال ہوا ہے، جو اجتماعی دعا کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت کریمہ سے بھی اجتماعی دعا کرنے پر دلیل معلوم ہوتی ہے کقوله تعالى والذين جآء و من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الخ الاية (سورة الحشر) ان تمام آیتوں

بالانفراد او الاجتماع فان المطلق یجری علی اطلاقه فی الصفات ویراد منه الفرد الکامل فی الذوات فحصل التوفیق بین الاصلین (البصائر ص۱۲۲ المولانا حمد الله دیوبندی مظاہری)

۳۔ فان قیل! قال ابن عباس رضی الله عنهما فی تفسیره فاذا فرغت فانصب من الصلوٰۃ المکتوبة لا من الصلوٰۃ المطلقة قلنا قال ابن عباس فی تفسیره بصیغة الاطلاق ای قال ابن عباس وقتادة فاذا فرغت من صلوٰتک (تفسیر قرطبی ج۲۰، ص۱۰۸، در منثور ج۶، ص۳۶۵، مظہری ج۱۰، ص۲۹۴، ابن جریر ج۳۰، ص۱۵۱، روح المعانی ج۳۰، ص۱۹۸، بیضاوی ج۲، ص۵۶۵، جلالین ص۵۶۵، مدارك ص۳۹۰) اگر

سے مطلق اجتماعی دعا کرنے کا جواز اور ثبوت معلوم ہوا۔ اب بغیر کسی تقیید کے مطلق دعا کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان الاية" (البقرة پ۲، آیت۱۸۶) اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب بھی بغیر کسی قید زمانی و مکانی کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے تو سنتوں کے بعد دعا کرنا بھی مطلق دعا کا ایک فرد ہے تو اسکا جواز

لفظ فرغت پر نظر فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ فراغت اسکو کہتے ہیں کہ جب تمام کام کو پورا کر لیا جائے۔ لغت کی کتابیں اس پر دال ہیں۔ مثلاً صراح میں فراغ کا معنی پرداختن از کاری، صراح ص۳۸۸، فرھنگ۔ فراغ، فارغ شدن، کاری را تمام کردن واز ان آسودہ شدن ج۲، ص۱۵۲۱، فیروز اللغات۔ فرصت، آرام، اطمینان ص۹۶۳، منجد کام پورا کر کے خالی ہونا، تمام کرنا ص۷۴۲) ان معانی کو مد نظر رکھتے ہوئے نماز سے فراغت تب حاصل ہوتی ہے جب فرض اور

سنت سے فراغت حاصل ہو یعنی ان سب کو پڑھ لے۔ (مخزن الدلائل ص ۷۷) مذکورہ دلائل سے نفس دعاء، اجتماعی دعاء اور اس بات پر ثبوت پیش کیا گیا کہ سنن فرائض کے مکملات اور تابع ہیں۔ اب حدیث شریف سے سنت و نفل کے بعد دعا کرنے کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے سنت و نفل کے بعد اجتماعی دعا فرمائی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ بعض بے علم اور بعض منکرین مع العلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے سنت کے بعد اجتماعی دعا نہیں کی لیکن یہ معاندین علم سمیت اس طرف خیال نہیں کرتے کہ ادلہ شرعیہ جو چار ہیں، جس میں سے پہلا قرآن (کتاب اللہ) ہے پھر سنت نبوی، اجماع اور قیاس ہیں اور اسی ترتیب سے کسی مسئلے کی دلیل پیش کی جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جب آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا کما لا یخفٰی علی من یعلم الخ تو جب کتاب اللہ میں دعا کرنے پر اور مطلق دعا اور اجتماعی دعا کرنے پر دلائل کی کثرت ہے۔ تو پھر اس کو بدعت کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ لیکن یہ سب سراسر اپنے مذہب سے لاعلمی یا تعصب و عناد و حسد نے اس مخالفت پر مجبور کیا ہے۔ مولانا محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث بنوری ٹاؤن کراچی نے اس مسئلے کی وضاحت یوں کی ہے۔ قد راج فی کثیر من البلاد الدعاء بهيئة اجتماعية رافعين ايديهم بعد الصلوٰة المكتوبة ولم يثبت ذالک فی عهده ﷺ

> بھی معلوم ہوا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے جو دعا نہیں کرتے "قل ما يعبؤا بكم ربی لولا دعائكم الخ الاية (الفرقان پ۱۹، آیت ۷۷) تم فرماؤ تمھاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے پاس اگر تم اس نہ پکارو یعنی دعا نہ کرو۔ حضرت مولانا شیخ القرآن عبدالہادی دیوبندی شاہ منصوری تسہیل المشکوٰۃ میں ص ۱۳۴ پر فرماتے ہیں فاعلموا ايها الاخوان ان الدعاء بالجمع بعد السنة مستحب عند العلماء۔ دوسری جگہ فرمایا ہے: فمن قال ان الدعاء بعد السنة بدعة فهو ضال مضل

ولا اخص بالمواظبة ۔نعم ثبتت ادعیة کثیرة بالتواتر بعد المکتوبة ولکنها من غیر رفع الایدی ومن غیر ھیئة اجتماعیة ۔ نعم ثبت دعاءہ ﷺ برفع الیدین باجتماع بعد النافلة فی واقعتین احدھما واقعة بیت ام سلیم حین صلی فیه السبحة ودعا لانس رضی الله عنهما (معارف السنن ج ۳، ص ۴۰۹) دوسری جگہ لکھتے ہیں ثم ان الدعاء بعد الصلوة بهیئة اجتماعیة برفع الایدی لم یثبت الا بعد النافلة فی الاستسقاء وفی قصة الصلوٰة فی بیت ام سلیم (معارف السنن ج ۴، ص ۴۲) شاہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔اذا لم نفز بالاذکار فینبغی لنا ان لا نحرم من الادعیة ونرفع لها الایدی لثبوته عن عقیب النافلة وان لم یثبت بعد المکتوبة فاذا ثبت جنسه لم تکن بدعة اصلاً (فیض الباری ج ۲،ص ۴۳۱، طبع بیروت و ج ۴، ص ۴۱۷، طبع لبنان) وھذا امر مسلم ان الصلوٰة لاستسقاء سنة کما قال عبد الرحمٰن الجزری "وھی سنة مؤکدة عند الحاجة الی الماء فمتی احتاج الناس الی الماء فانه یسن ان یصلوا صلوة الاستسقاء (الفقه علی المذاهب الاربعة ج ۱،ص ۶۳۱) وقال محمد بن الحسن ای

اجتنبه ص ۱۵۔ فرماتے ہیں ان الدعاء بعد السنن والنوافل مستحب صرح به فقهائنا ومن انکرہ فهو ضال مضل (دعا بعد از سنن و نوافل ص ۳۷) شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری معارف السنن ج ۳، ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ اجتماعی دعا کرنا ثابت ہے اور ثبوت میں ایک دلیل یہ پیش کی کہ "لا یجتمع قوم فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله (کنزالعمال ج ۱، ص ۱۷۷) جب لوگ جمع ہو کر بعض دعا کریں اور بعض کہیں آمین تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا ہے:

ان یصلی الامام فی الاستسقاء (کتاب الاصل المعروف بالمبسوط ج ۱، ص ۴۴۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال خرج یوماً رسول اللہ ﷺ یستسقی فصلی بنا رکعتین بلا اذان و اقامۃ ثم خطبنا ودعا (ابن ماجہ ص ۹۱) مندرجہ بالا حدیث وفقہاء کے قول سے استسقاء کی نماز کی ہیئت اور اسکے بعد دعا کرنا ثابت ہوئی اب وہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ نوافل کے بعد آپ ﷺ نے دعا فرمائی "عن انس قال دخل النبی ﷺ وما ھو الا انا وامی وام حرام خالتی فقال قوموا فاصلی لکم فی غیر وقت صلوٰۃ فصلیٰ بنا فقال رجل لثابت ابن جعل انساً منہ قال جعلہ علی یمینہ ثم دعا لنا اھل البیت بکل خیر من الدنیا والاخرۃ فقال امی یا رسول اللہ خویدمک ادع اللہ لہ قال فدعا لی بکل خیر وکان فی آخر ما دعا لی بہ اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ فیہ (مسلم ج ۱، ص ۲۳۴، ج ۲، ص ۲۹۸، دلائل النبوۃ بیھقی ج ۶، ص ۱۹۵) قال العلامۃ عبد الھادی الشاہ منصوری فی کتابہ عن عبد اللہ بن زید قال خرج رسول اللہ ﷺ بالناس الی المصلیٰ یستسقی فصلیٰ بھم رکعتین وجھر فیھما بالقراءۃ و استقبل القبلۃ یدعو و رفع

> اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المسجد (ج ۱، ص ۴۸۸، مطلب فی احکام المسجد) متقدمین ومتأخرین علماء نے اس پر اجماع فرمایا ہے کہ مسجد میں اجتماعی ذکر کرنا مستحب ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ذکر بھی دعا ہے تو ہم منکرین کو چیلنج کرتے ہیں کہ اس طرح کوئی دلیل پیش کریں کہ اجمع العلماء سلفا وخلفا علی عدم استحباب ذکر الجماعۃ فی المسجد۔ نور الایضاح اور مراقی الفلاح جو مذھب حنفی کی معتبر کتب ہیں، میں ہے: "ویستحب ان یستقبل بعدہ ای

يديه و حول رداءه حين استقبل القبلة انتهٰى فثبت ان النبی ﷺ
دعا بالجمع مع المسلمين وكذا رواه ابن ماجة (تسهيل الترمذی ص
۳۱۴) قال العلامة سبحان الدين كوكاروی فی كتابه فی اثبات الدعاء
بعد النوافل من النبی ﷺ "وعن سعد ان رسول الله ﷺ مر بمسجد
بنی معٰوية دخل فركع فيه ركعتين وصلينا معه ودعا ربه طويلاً الخ
(مشكوٰة ج ۲، ص
۵۰۲، باب فضائل سيد
المرسلين) (نقائس
مطلوبه ص ۳۵) و
قال عبد الرحمٰن
الجزری و يستحب ان
يستغفر بعد السنن
ثلاثا و يقرأ اٰية
الكرسی و المعوذتين
ويسبح ويحمدويكبر
فی كل ثلاثا وثلاثين

> بعد التطوع وعقب الفرض ان لم تكن بعده
> نافلة الناس ثم يدعون لانفسهم و
> للمسلمين بالادعية الماثورة الجامعة
> رافعی ايديهم حذاء الصدر و بطونهما مما
> يلی الوجه بخشوع وسكون ثم يختمون
> بقوله تعالٰی سبحان ربک رب العزة عما
> يصفون الاية ثم يمسحون بها ای بايديهم
> وجوههم فی اٰخره واقره الطحطاوی. مستحب
> یہ ہے کہ امام سنتوں کے بعد یا اس فرض کے بعد جس کے بعد
> سنت نہ ہو لوگوں کی طرف منہ کرے اور اپنے لئے اور تمام

ويهلل تمام المأة بان يقول لا اٰله الا الله وحده لا شريک له له الملک
وله الحمد وهو على كل شیء قدير ثم يقول اللهم لا مانع لما اعطيت
ولا معطی لما منعت ولا ينفع ذا الجد منک الجد ويدعوا ويختم بقوله
سبحان ربک رب العزة عما يصفون (الفقه على مذاهب الاربعة ج ۱،
ص ۳۳۰، در مختار ج ۱، ص ۵۱) وقال ابن نجيم (صاحب البحر)
لاكن عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذی هو عقب الفراغ (بحر ج ۱،

ص ۳۰۴) وفی شرح شرعة الاسلام ویختم الدعاء بعد المکتوبة قبل السنة علی ما روی عن البقالی (المعتزلی فی الاصول والحنفی فی الفروع) من انه قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن والا واراد علی ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فانه مستجاب بالحدیث (تعلیق الکوکب الدری ج ۲، ص ۲۹۱، مقالات مفتی محمد فرید دیوبندی ص ۲۲، مخزن الدلائل ص ۹۵) وقال الحسن الشرنبلالی فی کتابه وان یستقبل بعده الناس ویستغفرون الله ویقرؤن اية الکرسی والمعوذتین ویسبحون الله ثلاثاً وثلاثین ویحمدونه کذالک ویکبرونه کذالک ثم یقولون لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحوا وجوههم فی اخره (نور الایضاح ص ۸۰)

مسلمانوں کیلئے دعا کرے ایسی دعا کے ساتھ جو جامع اور منقول ہو اور اپنے ہاتھوں کو سینے کے برابر اونچا کرے اور ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہو اور سکون و عاجزی کے ساتھ دعا کرے پھر آیت کریمہ سبحان ربک رب العزۃ الخ کے ساتھ دعا کو ختم کرے اور آخر میں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر مل لے۔ طحطاوی نے اس مسئلے کی تقریر فرمائی ہے۔ احناف کی ان تینوں کتابوں سے دعا بعد السنن ثابت ہوئی جو مستحب ہے۔ استاذ المحدثین ولی کامل مولانا نصیر الدین غور غشتوی دیوبندی کا فتویٰ "دعا بعد السنن بهيئة اجتماعية" ارشادات نصیری میں موجود ہے۔ دیوبندیوں کے معتبر اور

۴۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ نور الایضاح کی عبارت میں بعدہ سے مراد فرض نماز کے بعد دعا کرنا مراد ہے نہ کہ سنتوں کے بعد تو جواب یوں ہوگا کہ عبارت بعدہ میں ضمیر مذکر کی ہے جو تطوع

کی طرف راجع ہے نہ کہ فریضہ کی طرف یعنی عبارت یوں ہوگی کہ بعدہ ای بعد التطوع نہ
کہ بعد الفریضۃ کیونکہ اگر ضمیر کا مرجع فریضہ مراد لیا جائے تو راجع و مرجع میں مطابقت نہیں
ہوگی کیونکہ ضمیر مذکر کی ہے اور فریضہ مؤنث ہے۔ اسی کی طرف علامہ طحطاوی نے اشارہ فرمایا
کقولہ بعدہ ای بعد التطوع وعقیب الفرض اذا لم یکن بعدہ نافلۃ
(طحطاوی ص ۱۷۱) وفی مراقی الفلاح ص ۱۷۱ ویستحب ان
یشتغل بعدہ ای بعد التطوع

جید عالم علامہ شمس الحق صاحب شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے معدن السرور فتویٰ بہاولپور

الخ (البصائر ص ۱۲۳ مولانا حمد اللہ دیوبندی) وفی منیر
الایضاح شرح نور الایضاح ویستحب ان یستقبل بعدہ ای بعد
التطوع ای بعد السنن الخ (منیر الایضاح ص ۹۴ پشتو لمولانا قمر
الحق دیوبندی) وایضاً فی ذریعۃ النجاح حاشیۃ نور الایضاح ان
یستقبل بعدہ ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃ الخ
(ص ۷۹ لمولانا عبد الرزاق بتھرالوی) وفی سنن الھدیٰ والجمھور
علی ان الاولی الاشتغال بالسنۃ ثم بالدعاء وعلیہ عمل اھل الحرمین
وسائر دیار العرب (سنن الھدیٰ ص ۴۸، بحوالہ دعا بعد السنن
والنوافل ص ۱۶ لمولانا میاں ظاہر شاہ قادری) وقال اشرف علی
التھانوی واما نص الاحناف ففی شرح نور الایضاح للشیخ حسن
الشرنبلالی الحنفی مع المتن یستحب للامام بعدہ ای بعد التطوع
وعقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃ ان یستقبل الناس الخ (امداد
الفتاویٰ ج ۱، ص ۵۷۰، مسائل المنثورہ لمولوی تھانوی دیوبندی)
وقال ایضاً فتحصل من ھذا کلہ ان الدعاء دبر الصلوٰت مسنون
ومشروع فی المذاھب الاربعۃ لم ینکر الا ناعق مجنون قد ضل فی

سبیل هواه ووسوس له الشیطان فاغواه (امداد الفتاوی ج ا،ص ۱۰۵،
اشرف علی تھانوی دیوبندی) قال العلامه حمد الله الدیوبندی
السھارنفوری وعلم من الادلة المذکوره ان الدعاء بعد العبادات قاعدة
متقررة فی الشرع ونجعلها کبرٰی ونضم معها الصغرٰی سهلة
الحصول ۔ الصلٰوة عبادة وکل عبادة فالدعاء بعدها مستحب ینتج
بعد اسقاط الاوسط الصلٰوة فالدعاء بعدها مستحب اما الصغرٰی فظاهر لان الصلٰوة اهم العبادات واربح البضاعات واما الکبرٰی فلانها من الاصول الموضوعة المسلمة عند الفقهاء

ص ۳۰ پر لکھا ہے کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز ہے جیسے کہ نورالایضاح میں ہے۔ مفتی رشید احمد بن مفتی فرید احمد صاحب مفتی دارالعلوم حقانیہ "مسئله التوسل والدعاء" میں لکھتے ہیں کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا افضل ہے اور اس پر کثیر دلائل ذکر کئے اور پھر لکھا ہے کہ دعا پر دوام کرنا مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام ہو مثلاً تہجد پر دوام مستحب ہے پس سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز ہے۔

المستنبطة من النصوص علا انه ورد الامر بالدعاء بعد الصلوٰة علی
طریق الخصوص قال الله تعالٰی فاذا فرغت فانصب قال المحقق
البغدادی ج ۳۰، ص ۱۷۲ ، وغیره من المفسرین ای اذا فرغت من
الصلوٰة فاتعب فی الدعاء روی هذا التفسیر عن قتادة وضحاك
وغیرهما وکذا ذکر الامام البخاری باب الدعاء بعد الصلوٰة ج ۲،
ص ۹۳۷ (البصائر ص ۱۲۲، ۱۲۳) بحر العلوم علامہ عبدالمتین دیوبندی سواتی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں "والعلماء الحنفیون اتفقوا علی استحباب الدعاء بعد
الصلوٰة الخمس فی الفجر والعصر عقیب الفرض وفی الاوقات

الثلاثة بعد الفراغ من السنة الخ (الوسائل السنه ص ۲۹) علمائے احناف کا
اس پر اتفاق ہے کہ فجر و عصر میں فرض نماز کے بعد اور باقی تین نمازوں میں سنتوں کے بعد دعا کرنا
مستحب ہے۔ وعن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ما اجتمع
ثلاثة بدعوة قط الا کان حقاً علی اللہ ان لا یرد ایدیہم (حلیۃ الاولیاء)
مقالات فریدی ص ۱۷) مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ نبی ﷺ کے
زمانہ میں یہ طریقہ رائج نہ تھا جو اب رائج ہے کہ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اس بناء پر بعض علماء نے اس طریقے کو بدعت ٹھہرایا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اگر اس کو لازم نہ سمجھ لیا جائے اور نہ کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے اور اگر کبھی کبھی قصداً اس کو ترک بھی کر دیا جائے تو پھر اسے
بدعت قرار دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ خدا سے دعا مانگنا بجائے خود تو کسی حال میں برا فعل نہیں
ہو سکتا (رسائل و مسائل ص ۱۷۱، حصہ اول، ترجمان القرآن مارچ جون ۱۹۴۵ء)

(ص ۶۱) مولانا عبدالحئی لکھنوی نے السعایہ میں لکھا ہے کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا مستحب ہے۔ (بحوالہ تسہیل الترمذی، ص ۳۱۵) اسی کتاب میں علمائے دیوبند کے بزرگ اور استاذ مولانا عبدالهادی شاہ منصوری لکھتے ہیں "الدعاء بالجمع بعد السنة مستحب" (تسہیل الترمذی) وفی الهداية والسنة فی الادعية تاخيرها عن الصلوٰة الخ (هدايه كسوف ص ۲۲۵) یعنی دعا میں سنت یہ ہے کہ نماز کے بعد کی جائے۔ دوسری جگہ لکھا ہے "الاجابة فی الجمع ارجی" (ج ۱، ص ۱۴۴) کہ اجتماعی دعا میں قبولیت کی امید

تکرار الدعاء:

مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ تکرار الدعاء یعنی دعا کو بار بار مکرر کرنا ہے جیسے کہ
ہمارے اہلسنت وجماعت کی مساجد میں بالخصوص صوبہ سرحد میں سنتوں کے بعد تین مرتبہ ہاتھ

اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ منکرین دعا اس مسئلے پر بھی اختلاف کرتے ہیں اور اسے بدعت بتاتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری نے تکرار دعا کے بارے میں باقاعدہ باب ذکر فرمایا ہے۔ کقوله باب تکریر الدعاء (بخاری شریف ج ۲، ص ۹۴۵) علامہ عینی فرماتے ہیں" هذا باب فی بیان تکریر الدعاء وهو ان یدعو به مرة بعد اخرٰی لان فی تکرره اظهار الموضع الفقر والحاجة الی الله عزو جل والتذلل والخضوع له وقد روی ابو داؤد والنسائی من حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ کان یعجبه ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا واخرجه ابن حبان فی صحیحه (عینی حاشیه بخاری ج ۲،ص ۹۴۵) اسی طرح اگر کسی چیز کو تین دفع طلب کرے تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے

ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "الدعاء مستجاب عند اجتماع المسلمین" (خزینۃ الاسرار، ص ۱۴۰) دعا بعد السنن کا جواز واثبات یعنی استحباب مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے، جن میں سے بعض کی عبارات نقل کردی گئیں اور بعض کے صرف حوالے ذکر کئے جاتے ہیں۔ نور الایضاح (ص ۸۰) بحر الرائق (ص ۳۴) تفسیر ابن عباس (ص ۳۵۵) طحطاوی (ص ۱۸۷) فتاوٰی نور الھدٰی (ص ۵۴) کبیری (ص ۲۳۱) مظہر الحق (ص ۹) البصائر (ص ۱۲۱، لمولانا حمد اللہ مردان صوابی) تسہیل المشکوۃ (ص ۱۵) الذخائر (ص ۷۲، لمولانا حافظ کفایت اللہ صوابی)

اور جس چیز سے تین دفع پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ پناہ عطا فرماتا ہے کقوله علیه السلام " عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما سأل رجل مسلم عن الله عزوجل الجنة ثلاثاً الا قالت الجنة اللهم ادخله الجنة ولا استجار مستجیر من النار ثلاث مرات الا قالت النار اللهم اجره من النار (مسند احمد ج ۳، ۱۵۵) عن ابن مسعود رضی الله عنه قال کان النبی ﷺ اذا دعا دعا ثلاثاً واذا سأل سأل ثلاثاً (التعلیق علی

الترغيب والترهيب ج ٢، ص ٤٨٤ لعلامه مصطفی عماره، مخزن الدلائل ص ٥٥، مشکوٰۃ ص ٥٢٣) مولانا یوسف بنوری دیوبندی شارح ترمذی تکرار الدعاء کے بارے میں یوں لکھتے ہیں "وصح حديث فی تکرير الدعاء ثلاثا كل مرة برفع اليدين ومن حديث عائشة عند مسلم وهذا كله واضح معروف فی محله لامساغ لانكارها (معارف السنن شرح ترمذی ج ٢ ص ١٢٢، مسلم ج ١، ص ٣١٢) قال النووی فی شرحه فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين (شرح مسلم للنووی ج ١، ص ٢١٢) وقال الامام الغزالی الثامن ان يلح فی الدعاء ويكرره ثلاثاً (احياء العلوم ج ١، ص ٢١١، مخزن الدلائل ص ٥٧) علامہ سبحان الدین کوکاروی فاضل وفاق المدارس ملتان فرماتے ہیں کہ تکرار الدعاء کا ثبوت آپ ﷺ سے منقول ہے۔ عن ابن مسعود قال كان رسول الله ﷺ اذا سأل سأل ثلاثاً وقال النووی فيه استحباب تكرير الدعاء ثلاثاً مسلم (ج ٢، ص ١٠٨) اس کے بعد علمی تحقیق فرماتے ہیں کہ جب کان صدر کلام میں واقع ہو تو اس سے دوام اور استمرار پر دلالت ہوتی ہے عند الجمہور جیسے کہ شیخ دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں حدیث "كان النبی ﷺ اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثاً حتى تفهم عنه (مشکوٰۃ ص ٣٣) کے تحت فرمایا "در لفظ کان محدثان را سخن است مقرر و مشہور میان جمہور آن ست

> الحجج البينات لمولانا شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ، المسائل المنتخبہ (ص ٢٨) قاضی حبیب الحق پر مولی مردان، تنویر الایمان (ص ١٦٢)، لمفتی سید احمد شاہ اخون کلی سوات المعروف بہ قاضی بابا قدس سرہ، الرسائل الستہ (ص ٦٧) بحر العلوم علامہ عبد المتین رحمۃ اللہ علیہ شموزی سوات۔
> یہ مذکورہ مسئلہ یعنی دعا بعد السنن تقریباً دس کتابوں میں موجود ہے۔ اگر حوالہ جات دیکھنا چاہتے ہیں تو میرا رسالہ "عقائد المسلمین" کا مطالعہ فرمایئے۔ فالحاصل

کہ افادۂ دوام واستمرار میکند یعنی چون گویند کہ بود آنحضرت ﷺ کہ این کار میکرد مراد آن بود کہ دوام میکرد وعادت شریف این بود الخ (اشعۃ اللمعات، ج۱، ص ۱۶۷، نفائس مطلوبہ ص ۴۵)

وقال الرازی فی تفسیرہ فقال بعض الجهال الدعاء شیء عديم الفائدة واحتجوا عليه من وجوه وقال جمهور من العقلاء ان الدعاء اهم مقامات العبودية ويدل عليه وجوه من العقل والنقل الخ (کبیر ج۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹، نفائس مطلوبه ص۴۷) وقال العلامة الشيخ السيد احمد شاه فی کتابه ومنها ای من آداب الدعاء تکرار الدعاء ثلاثاً کما فی مسلم شريف فرفع رسول الله ﷺ يديه ثم قال اللهم اغثنا اللهم اغثنا اللهم اغثنا قال الامام النووی هکذا هو مکرر ففيه استحباب تکرار الدعاء ثلاثاً (ج۱، ص۲۹۳) (تنوير الايمان ص ۲۱۴) علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی آداب دعا میں معجم طبرانی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ تین بار دعا کرے۔(شرح صحیح مسلم ج۷، ص ۴۳۷) علامہ میاں ظاہر شاہ قادری تین دفعہ دعا کے بارے میں فرماتے ہیں وفی کنز العباد وادنی الالحاح ان يکرره ثلاثاً والاوسط خمساً والاکمل سبعاً (کنز العباد ص۲۴، دعا بعد السنن والنوافل، ص۲۹) علامہ مفتی اعظم شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ومن آداب الدعاء ان يکرره ثلاثاً.(حصن حصين ص۱۴ وشرحه ص۲ ثم طحطاوی ص۱۸۹، خزينة الاسرار، ص۱۴۳، احياء العلوم) (اثبات الاغراض، ص۱۴۳) شیخ

الدعاء بعد السنن والنوافل بهيئة الاجتماع مستحب والفاعل ماجور عند الله تعالى والمانع محروم عن الله تعالٰى من الاجر العظيم. والله تعالى ورسوله الاعلٰى اعلم بالصواب.
المجیب: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی

الاسلام حضرت علامہ نقی علی خان الافغانی قدس سرہ فرماتے ہیں "دعامیں تکرار چاہئے (احسن الوعاء لآداب الدعاء ص ۲۲) اعلیٰحضرت مجدد وقت الشاہ احمد رضا خان الافغانی قدس سرہ شرح میں فرماتے ہیں" قال الرضا تکرار سوال صدق طلب پر دلیل ہے اور یہ اس کریم حقیقی کی شان ہے کہ تکرار سوال سے ملال نہیں فرماتا بلکہ نہ مانگنے پر غضب فرماتا ہے۔ من لم یسئل اللہ یغضب علیه "بخلاف بنی آدم کہ کیسا ہی کریم ہو کثرت سوال وشدت تکرار وہجوم سائلاں سے کبھی نہ کبھی وقت دل تنگ ہوتا ہے۔(ذیل المدعا لاحسن الوعاء ص ۲۲، ۲۳)

حضرت علامہ عبدالجلیل دیوبندی سواتی فرماتے ہیں: وینبغی ان یلح بالدعاء مرة بعد اخرٰی وقتاً بعد وقت وان یکرره ثلاثاً وقال فی الهدایة ومن ضرورة التعمیم التکرار (ج۲، ص ۳۶۶) (تنبیه الاخوان،ص۳) مولانا قمر الحق دیوبندی تکرار الدعاء کے بارے میں لکھتے ہیں قال العلامة الشیخ احمد طحطاوی وینبغی ان یلح بالدعاء مرة بعد اخری وقتاً بعد وقت وان یکرره ثلاثاً (طحطاوی ص۱۷۳) وصح حدیث فی تکریر الدعاء ثلاثاً کل مرة برفع الیدین من حدیث عائشة عند مسلم وهذا کله واضح معروف فی محله لامساغ لانکارها و اخرج الطبرانی عن ابی هبیرة عن حبیب ابن مسلمة الفهری وکان مستجابا انه امر علی جیش فدرب الدروب فلما لقی العدو قال للناس سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم و یؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالی وهو دلیل للدعاء بهیئة اجتماعیة (معارف السنن لبنوری ،ج۳،ص۱۲۲) کنز العمال ج۲،ص۱۰۷، حیاة الصحابة ج۳،ص۳۳۵) الاصابة فی تمییز الصحابة ص ۳۰۹ بحواله منیر الایضاح شرح نور الایضاح ص ۹۵ ، لقمر الحق دیوبندی) شیخ الحدیث غازی محمد الغازمی الحنفی لکھتے ہیں "بعض لوگ تین مرتبہ دعا کرنے کو بدعت بتاتے ہیں اور پھر خاص کر دعامیں رفع الیدین کو حالانکہ امام

بخاری نے اپنی صحیح میں باب ذکر فرمایا ہے :"باب تکریر الدعاء" (ج ۲، ص ۹۴۵) اور تکرار الدعاء من حیث الالفاظ بھی ثابت ہے اور من حیث رفع الیدین بھی ثابت ہے۔ (مقالات غازی ص ۱۶) اسکی شرح میں مولانا عبدالهادی حقانی دیوبندی فاضل دارالعلوم حقانیہ لکھتے ہیں
"وذكر في الحصين وان يكرر الدعاء واقلها التثليث ولا ينكر من اثبات الدعاء ثلاثا الا الجاهل بالسنة النبوية والتفصيل في كتاب الشيخ غازي محمد الغازي المسمٰى به جامع الكمالات وهوالمحقق (كمالات حقاني على مقالات غازي ص ۱۶) قال العلامة الشيخ سيد احمد شاه في كتابه "وفي قطب الارشاد ويكرر الدعاء واقله التثليث ويلح فيه بالمداومة والمواظبة في الحالات ولا يكفي بمرة ويتحقق الاضطرار والاحتياج والافتقار تکرار عبارت ہے افعال متماثلہ کو اوقات متعددہ میں واقع کرنے سے جیسے کہ تلویح میں ہے" وتكراره اى الفعل وقوعه مرة بعد اخرٰى وذالک بايقاع افعال متماثلة في اوقات متعددة" تلويح ص ۱۵۷ (اعلام المؤمنين، ص ۳۷) قال العلامة الشيخ حمد الله الديوبندي السهارنفوري الداجوى "ومن آداب الدعاء تكرار الدعاء لان الامام البخاري ذكر باب تكرار الدعاء (ج ۲، ص ۹۴۵) وفي الحصن الحصين وان يكرر الدعاء واقله التثليث ۔ آگے فرماتے ہیں وذكر الامام مسلم (ج ۱، ص ۳۱۳) في واقعة بقيع الغرقد انه عليه الصلوٰة والسلام رفع يديه ثلاثاً قال الامام النووي فيه استحباب اطالة الدعاء وتكرر رفع اليدين (البصائر ص ۱۲۴) قال العلامة عبد الرزاق بتهرالوي وينبغي ان يلح بالدعاء مرة بعد اخرٰى وقتاً بعد وقت وان يكرر (ذريعة النجاح حاشيه نور الايضاح ص ۷۹) مفتی محمد فرید شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ دعا کے آداب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ الفاظ دعا کو تین دفعہ مکرر کرنا لحديث مسلم وابى داؤد ان

الاسلام حضرت علامہ نقی علی خان الافغانی قدس سرہ فرماتے ہیں "دعا میں تکرار چاہئے (احسن الوعاء لآداب الدعاء ص ۲۲) اعلیٰحضرت مجدد وقت الشاہ احمد رضا خان الافغانی قدس سرہ شرح میں فرماتے ہیں "قال الرضا تکرار سوال صدق طلب پر دلیل ہے اور یہ اس کریم حقیقی کی شان ہے کہ تکرار سوال سے ملال نہیں فرماتا بلکہ نہ مانگنے پر غضب فرماتا ہے۔ من لم یسئل اللہ یغضب علیہ "خلاف بنی آدم کہ کیسا ہی کریم ہو کثرت سوال وشدت تکرار وہجوم سائلاں سے کسی نہ کسی وقت دل تنگ ہوتا ہے۔ (ذیل المدعا لاحسن الوعاء ص ۲۲، ۲۳)
حضرت علامہ عبدالجلیل دیوبندی سواتی فرماتے ہیں: وینبغی ان یلح بالدعاء مرة بعد اخرٰی وقتاً بعد وقت وان یکررہ ثلاثاً وقال فی الهدایة ومن ضرورة التعمیم التکرار (ج۲، ص ۳۶۲) (تنبیه الاخوان، ص۳) مولانا قمر الحق دیوبندی تکرار الدعاء کے بارے میں لکھتے ہیں قال العلامة الشیخ احمد طحطاوی وینبغی ان یلح بالدعاء مرة بعد اخری وقتاً بعد وقت وان یکررہ ثلاثاً (طحطاوی ص۱۷۳) وصح حدیث فی تکریر الدعاء ثلاثاً کل مرة برفع الیدین من حدیث عائشة عند مسلم وهذا کله واضح معروف فی محله لامساغ لانکارها و اخرج الطبزانی عن ابی هبیرة عن حبیب ابن مسلمة الفهری وکان مستجابا انه امر علی جیش فدرب الدروب فلما لقی العدو قال للناس سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم و یؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالی وهو دلیل للدعاء بهیئة اجتماعیة (معارف السنن لبنوری، ج۳، ص۱۲۲) کنز العمال ج۲، ص۱۰۷، حیاة الصحابة ج۳، ص۳۲۵) الاصابة فی تمییز الصحابة ص ۳۰۹ بحواله منیر الایضاح شرح نور الایضاح ص ۹۵، لقمر الحق دیوبندی) شیخ الحدیث غازی محمد الغازی الحنفی لکھتے ہیں "بعض لوگ تین مرتبہ دعا کرنے کو بدعت بتاتے ہیں اور پھر خاص کر دعا میں رفع الیدین کو حالانکہ امام

بخاری نے اپنی صحیح میں باب ذکر فرمایا ہے :"باب تکریر الدعاء" (ج ۲،ص ۹۴۵) اور تکرار الدعاء من حیث الالفاظ بھی ثابت ہے اور من حیث رفع الیدین بھی ثابت ہے۔ (مقالات غازی ص ۱۶) اسکی شرح میں مولانا عبدالھادی حقانی دیوبندی فاضل دارالعلوم حقانیہ لکھتے ہیں "وذكر في الحصين وان يكرر الدعاء واقلها التثليث ولا ينكر من اثبات الدعاء ثلاثا الا الجاهل بالسنة النبوية والتفصيل في كتاب الشيخ غازي محمد الغازي المسمٰى به جامع الكمالات وهوالمحقق (كمالات حقاني على مقالات غازي ص١٦) قال العلامة الشيخ سيد احمد شاه في كتابه " وفي قطب الارشاد ويكرر الدعاء واقله التثليث ويلح فيه بالمداومة والمواظبة في الحالات ولا يكفي بمرة ويتحقق الاضطرار والاحتياج والافتقار تکرار عبارت ہے افعال متماثلہ کو اوقات متعددہ میں واقع کرنے سے جیسے کہ تلویح میں ہے" و تكراره اي الفعل وقوعه مرة بعد اخرٰى وذالك بايقاع افعال متماثلة في اوقات متعددة '' تلويح ص ١٥٧ (اعلام المؤمنين ،ص٣٧) قال العلامة الشيخ حمد الله الديوبندي السهارنفوري الداجوي " ومن آداب الدعاء تكرار الدعاء لان الامام البخاري ذكر باب تكرار الدعاء (ج ٢،ص ٩٤٥) وفي الحصن الحصين وان يكرر الدعاء واقله التثليث ۔ آگے فرماتے ہیں وذكر الامام مسلم (ج ١،ص ٣١٣) في واقعة بقيع الغرقد انه عليه الصلٰوة والسلام رفع يديه ثلاثاً قال الامام النووي فيه استحباب اطالة الدعاء وتكرر رفع اليدين (البصائر ص١٢٤) قال العلامة عبد الرزاق بتهرالوي وينبغي ان يلح بالدعاء مرة بعد اخرٰى وقتاً بعد وقت وان يكرر (ذريعة النجاح حاشيه نور الايضاح ص ٧٩) مفتی محمد فرید شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ دعا کے آداب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ الفاظ دعا کو تین دفعہ مکرر کرنا لحديث مسلم وابي داؤد ان

رسول الله ﷺ کان یعجبه ان یدعو ثلاثاً (مقالات ص۱۶) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں ویلح الداعی فی الدعاء ویکرر ثلاثاً لانه نوع من الالحاح (امداد الفتاوٰی مسائل المنثوره ص ۵۷۰، جلد اول) بحر العلوم علامہ عبدالمتین دیوبندی سواتی قدس سرہ تکرار الدعاء کے بارے میں لکھتے ہیں وفی کنز العباد ان یلح فی الدعاء والالحاح ان یکرره ثلاثاً مع تکرار رفع الیدین ثلاثاً وهو ادناه واوسطه خمسا واکمله سبعاً لما دعی النبی ﷺ فی حق انس عشر مراة وفی حق احمس عشر مراة رواه ابو داؤد ص ۸۰ (الرسائل السته ص ۷۲) مناظر اعظم علامہ محمد عمر اچھروی قدس سرہ فرماتے ہیں" عن عبد الله یعنی ابن مسعود قال کان احب الدعاء الی رسول الله ﷺ ان یدعو ثلاثا رواه الطبرانی فی الاوسط، کتاب الاذکار ص ۱۷۷، للنووی، مجمع الزوائد ص۱۰) مسند امام احمد حنبل ج ۱، ص ۳۹۷، ج ۱، ص ۳۹۴، ج ۱، ص۳۹۷، مسلم شریف ج ۱، ص ۳۱۳، ج ۱، ص ۲۹۳، مقیاس الصلوة، ص ۳۴۳ تا ص ۳۴۵)

دعا کے آداب:

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ جس کو مفتی محمد فرید دیوبندی نے ذکر کیا کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا کما فی البیهقی یرفع یدیه فی الدعاء (مقالات فریدی ص۱۵) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں "الجزء التاسع فیما یتعلق برفع الیدین عند الدعاء ان رفع الیدین فی الدعاء ای دعاء کان فی ای وقت کان بعد الصلوات الخمس وغیرها دلت علیه الاحادیث منها ما قال سلمان قال رسول الله ﷺ ان الله حی کریم یستحیی اذا رفع الرجل الیه یدیه ان یردهما صفراء خائبتین. وعن انس قال قال

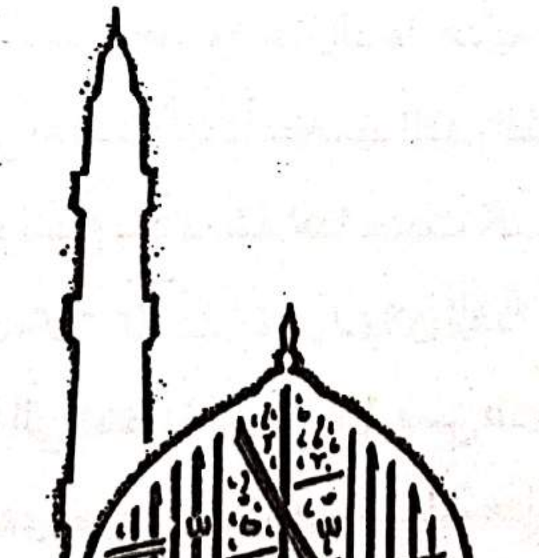
رسول اللہ ﷺ ان اللہ رحیم کریم یستحیی من عبد ان یرفع الیہ
یدیہ ثم لا یضع فیھما خیراً (امداد الفتاوی ج ١،ص ٥٤٢) حضرت علامہ تقی
علی خان افغانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بہ کمال ادب ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر سینے یا شانوں یا
چہرے کے مقابل لائے یا پورے اٹھائے۔ یہاں تک کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو۔ (احسن الوعاء
لآداب الدعاء ص ١٩) شیخ الحدیث غازی محمد الغازی دیوبندی لکھتے ہیں "دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا
کما فی البیھقی یرفع یدیہ فی الدعاء (مقالات غازی ص ١٢) علامہ محمد
اللہ دیوبندی سہارنپوری لکھتے ہیں۔ثم الدعاء لھا آداب رفع الایدی عند الدعاء
ولذا ذکر الامام البخاری باب رفع الایدی فی الدعاء (ج ٢،ص ٩٣٨)
وایضاً ذکر فی نور الایضاح ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین رافعی
ایدیھم وذکر الشارح فی تلک الصفحۃ فی اثابتہ قولہ علیہ السلام
اذا دعوت اللہ فادع بباطن کفیک ولا تدع بظھورھما فاذا فرغت
فامسح بھما وجھک اھ ص ١٧٣ (البصائر ص ١٢٢) علامہ ابو عبدالرازق
محمد فاضل صاحب آداب دعا کے بارے میں لکھتے ہیں: عن ابن عباس قال المسألۃ ان
ترفع یدیک حذو منکبیک الخ (ابو داؤد ج ١،ص ٢٠٩، مستدرک ج ١،
ص ٥٣٦) عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا دعا
فرفع یدیہ ثم مسح وجھہ بیدیہ، ابو داؤد،ص ٢٠٩، مشکوٰۃ ج ١، ص
٢١٣، عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدیہ
فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ۔ (مشکوٰۃ ج ١،ص ٢١٢،
ترمذی ج ٢،ص ١٩٦، مستدرک ج ١،ص ٥٣٦) عن الاسود العامری عن
ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ الفجر فلما سلم انحرف رفع یدیہ
ودعا (معارف السنن،ج ١،ص ١٢٣، مصنف ابن ابی شیبہ (مخزن الدلائل، ص ١٣ تا
١٦) علامہ میاں ظاہر شاہ فرماتے ہیں "ان مسح الیدین علی الوجہ عقیب الدعاء

سنة (روح البيان، ج ۳، ص ۴۶۱) ابن ماجہ نے باب رفع الیدین فی الدعاء لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا کہ دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے۔ (دعا بعد السنن والنوافل، ص ۳۲) علامہ مولانا سبحان الدین کوکاروی فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ محمد انور شاہ کشمیری نے فیض الباری ج ۲، ص ۳۸۰ میں لکھا ہے کہ وقد اخرج النووی نحوا من ثلاثین حدیثاً علی ثبوت الرفع عند الدعاء (نفائس مطلوبہ، ص ۴۲) علامہ شمس الحق افغانی دیوبندی لکھتے ہیں وکذا رفع الیدین ومسح الوجه بعد الفراغ کذا فی منهج العمال والعقائد السنية کذا فی التحفة المرغوبة آگے لکھتے ہیں کہ جب دعا ثابت ہوئی تو رفع الیدین بھی ثابت ہوئی لما فی حصن حصین ان من آداب الدعاء رفع اليدين ولما فی ابی داؤد عن ابن عباس مرفوعاً المسئلة ان ترفع يديک حذو منكبيک او نحوهما وفی السعاية لما ندب فی مطلق الدعاء استحبه العلماء فی هذا الدعاء ايضاً (صحیح مسلک ص ۳۰، ۳۱) فضیلۃ الشیخ علامہ سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "آداب دعا میں سے یہ ہے کہ ہاتھوں کو سینے تک اٹھانا نہ کہ اس سے زیادہ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے ان رفعكم ايديكم بدعة ما زاد رسول الله ﷺ علی هذا يعنی الی الصدر رواه احمد مشکوٰة ص ۱۸۸، المسئلة ای ادب السؤال ان ترفع يديک حذاء منكبيک لان العادة فيمن طلب شيئاً ان يبسط يديه ای الاكف الی المدعو له اولا ثم يسئل۔ صاحب نزہۃ المجالس ص ۵۰ پر فرماتے ہیں "فالمؤمن يرفع يديه الی ربه خمسين مرة مثلاً اتراه تردهما خائبتين الخ" (اعلام المؤمنين ص ۳۹) تنویر الایمان، ص ۲۱۳) شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں: دعا کے آداب یہ ہیں ہتھیلیوں کے باطن کی جانب سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے (ترمذی، ابوداؤد) پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے پھر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے اس کے بعد دعا کرے اور آخر میں پھر درود پڑھے (معجم

طبرانی) علامہ حمد اللہ دیوبندی لکھتے ہیں :ومنها ای من آداب الدعاء تقديم الحمد والصلوٰة على الدعاء والصلوٰة والثناء على الله اولا وآخرا (البصائر ص ۱۲۴) مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :ويبدأ الدعاء بالحمد لله والثناء عليه ويختم به ويصلى على النبی ﷺ اوله واخره ووسطه (امداد الفتاوٰی ،ج ۱،ص ۵۶۹) علامہ نقی علی خان قدس سرہ فرماتے ہیں "دعا کیلئے اول وآخر حمد الٰہی بجالائے اور اول وآخر نبی ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر درود بھیجے کہ درود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے "(احسن الوعاء ص ۱۵) اس کی شرح میں اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان الافغانی قدس سرہ فرماتے ہیں "بیہقی وابوالشیخ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی ہیں حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں الدعاء محجوب عن الله حتى يصلى على محمد واهل بيته "(ذیل المدعا ص ۱۶) مفتی محمد فرید دیوبندی لکھتے ہیں دعا سے پہلے حمد وصلوٰۃ پڑھنا لحديث ابی داؤد اذا صليت فقعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل على ثم ادعه (مقالات ص ۱۶) علامہ سید احمد شاہ لکھتے ہیں منها ای من آداب الدعاء البداية بالثناء ثم بالصلوٰة سنة الدعاء هدايه ص ۱۲۳، وقال النبی ﷺ اذا صلى احدكم فليبدأ بتحميد الله والثناء عليه ثم ليصل على النبی ﷺ ثم ليدع بعد ما شاء هذا حديث حسن صحيح ترمذی ص ۱۸۶ (تنویر الایمان، ص ۲۱۲) آگے لکھتے ہیں کہ ولان الثناء والصلوٰة يقدمان على الدعاء تقريباً الى الاجابة كما فی غيره من الدعوات والرفع سنة الدعاء ای رفع الايدی طريقة حسنة فی الدعاء، هدايه ص ۲۲۲، هكذا فی المستخلص ص ۴۳۲ (اعلام المؤمنين ،ص ۴۱) علامہ حمد اللہ دیوبندی لکھتے ہیں ومن آداب الدعاء التوسل الى الله بعباد الله الصلحين (البصائر ص ۱۲۴) قطب الارشاد میں ہے ويتوسل اليه تعالى بانبيائه والصالحين من عباده من العلماء والشهداء والاولياء (قطب الارشاد ،ص ۴۲) وينبغی

ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ والاولیاء الصالحین (روح البیان، ج۱، ص۲۹۸) (دعا بعد السنن والنوافل، ص۲۱) علامہ نقی علی خان قدس سرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کی کتابوں خصوصاً قرآن اور ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص حضور سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور انکے اولیاء واصفیاء بالتخصیص حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے توسل اور انھیں اپنے انجاح حاجات کا ذریعہ کرے کہ محبوبانِ خدا کے وسیلے سے دعا قبول ہوتی ہے (احسن الوعاء، ص۱۸) اعلیٰحضرت مندرجہ بالا عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقال تعالیٰ یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ وایضاً فی الحدیث اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضیٰ لی وایضا فی البخاری انا نتوسل الیک بعم نبینا ﷺ فاسقنا (ذیل المدعاء، ص۱۸)

اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب



۱۔ والظاهر ان الدعاء ليس بين السنة والفرض لان الفصل بين السنة والفرض بما زاد على اللهم انت السلام مكروه قال العلامة الشامی فی ج ۱، ص ۴۷۷ وكذا لو فصل بقرأة الاوراد لان السنة الفصل بمقدار اللهم انت السلام حتی لو زاد تقع سنته لافی محلها المسنون (البصائر ص ۱۲۳ لمولانا حمد الله دیوبندی) علامہ موصوف آگے فرماتے ہیں فعلم من هذا ان الدعاء بين الفرض والسنة مكروه (البصائر ص ۱۲۳) علامہ ابو عبدالرازق محمد فاضل عتیق صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر دعائیں جو آپ ﷺ سے منقول ہیں اذکار کی شکل میں ہے۔ لیکن فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا اسکا ثبوت نہ تو آپ ﷺ سے مروی ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ فقہ حنفی کی کسی معتمد کتاب میں اسکی مثال موجود ہے۔ اور پھر خاص کر اس پر دوام کرنا تو یہ بدعت ہے ابن تیمیہ نے بھی اس کی بدعت ہونے کے بارے میں یوں فتوی دیا۔ مسئلة اذا دعا الامام والماموم عقيب صلوٰة الفرض جائز ام لا؟ الجواب: دعاء الامام والمأمومين جميعاً عقيب الصلوٰة فهو بدعة لم يكن على عهد النبی ﷺ (زاد المعاد ج ۱، ص ۶۶، الفتاوٰی الكبرٰی لابن تيميه ج ۱، ص ۲۱۹، طبع لبنان بيروت،

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلے کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

المستفتی: قاری سید عبدالحق، فقیر کالونی، کراچی

باسمه تعالیٰ الجواب

مسئلہ مذکورہ کے جواب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ فرض کی دو قسمیں ہیں ایک فرض تو وہ ہے کہ جس کے بعد سنن نہ ہو اور دوسرا وہ ہے کہ جس کے بعد سنن ہو مثلاً ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازیں۔ تو قسم اول فرض کے بعد متصل اور ادو

مخزن الدلائل ص ۵۸) عن مجاهد قال قال عمر رضی الله عنه جلوس الامام بعد التسلیم بدعة (بدائع الصنائع ج ۱،ص ۱۵۹، مصنف ابن ابی شیبه ج ۱، ص ۳۰۲، مبسوط سرخسی ج ۱،ص ۱۳۸) فاما فی صلوٰة الظهر والمغرب والعشاء یکره له المکث قاعداً لانه مندوب الی التنفل بعد هذه الصلوٰة والسنن لجبر نقصان مایمکن فی الفرائض فیشتغل بها وکراهیة القعود فی مکانه مروی عن علی وعمر وابن مسعود رضی الله عنهم (مبسوط سرخسی ج ۱، ص۳۸، طبع کراتشی)قال العلامة ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی

تسبیحات اور دعا کرنا ثابت اور مسنون ہے کما فی الاحادیث والفقه ۔ اور قسم ثانی فرض کے بعد دعا کرنا اس طرح تسبیحات پڑھنا مکروہ ہے اور اس مکروہ عمل کو اکثر مساجد میں کیا جاتا ہے کہ ان فرض نمازوں کے بعد جن کے بعد سنن ہوں لمبی لمبی دعائیں کی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں (اماموں) نے اپنا مذہب اس مسئلے میں چھوڑا ہے۔ کیونکہ مذہب کی کتابوں میں ہے کہ "والمختا ر عند الحنفیة ان یشتغل بعد اداء المکتوبة بالسنة ویکره ان یشتغل بالدعاء والتسبیح عقائد سنیه بحث الدعاء ص ۲۷ نقلاً عن فتح الباری و

وان کانت صلٰوة بعدها سنة یکره له المکث قاعداً وکراهیة المکث مروية عن الصحابة روی عن ابی بکر و عمر وانهما کانا اذا فرغا من الصلوٰة قاما کانهما علی الرضف (بدائع الصنائع ج ۱،ص ۱۶۰) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہ تھی کہ فرض کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹھنا اور سنت مؤخر کرنا مکروہ ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قلت اریت الامام اذا فرغ من صلوٰته ان یقعد فی مکانه الذی یصلی فیه او یقوم قال اذا

كانت صلوٰة الظهر او المغرب او العشاء فانی اکره له ان يقعد فی مقعده حين يسلم احب الی ان يقوم و اما الفجر او العصر ان شاء قام وان شاء قعد (كتاب الاصول المعروف بالمبسوط، ج ا، ص۱۷) عبد الرحمٰن (جزری) فرماتے ہیں۔ الحنفية قالوا يكره تنزيهاً ان يفصل بين الصلوٰة والسنة الا بمقدار اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت يا ذا الجلال والاكرام (الفقه على المذاهب الاربعة ج ا، ص ۳۳۰) صاحب کبیری فرماتے ہیں ويكره للمصلی ان يمكث فی مكانه الذی صلی فيه بعدما سلم فی صلوٰة بعدها سنة كالظهر والجمعة والمغرب والعشاء الا قدر ما يقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت يا ذا الجلال والاكرام (كبيری شرح منيه ص ۳۱۹) صاحب خلاصۃ الفتاوٰی فرماتے ہیں ويكره الدعاء عند الختم بجماعة بعد الفريضة الاشتغال بالسنة اولیٰ من الاشتغال بالدعاء (خلاصة الفتاوٰی، ج ا، ص ۱۰۵) علامہ عبدالمتین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صاحب فتح القدیر نے قسطلانی ص ۱۳۷ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "واستنبط من مجموع الادلة ان

القسطلانی ج ۲، ص ۱۳٦ باب يستقبل الامام الناس اذا سلم ۔ احناف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھیں دعا اور تسبیحات میں مشغول ہونا مکروہ ہے اسی طرح طحطاوی میں بھی فرض اور سنتوں کے درمیان دعا کی کراہت کے بارے میں لکھا ہے وعند الحنفية يكره المكث قاعداً يشتغل بالدعاء والصلوٰة على النبی ﷺ قبل ان يصلی السنة اھ قسطلانی باب يستقبل الامام الناس اذا سلم ۲، ص ۱۳٦ نقال عن فتح الباری بحوالہ اثبات الاغراض ص ۱۴۰، احناف کے نزدیک سنتوں سے پہلے بیٹھ کر درود شریف میں مشغول ہونا مکروہ ہے۔ وفی قطب الارشاد ص ۲۵۲ ويستحب فی

الامام له احوال لان الصلوٰة اما ان تكون مما يتنفل بعدها او لا فان كان الاول هل يشتغل قبل التنفل بالذكر الماثور ثم يتنفل وبذاك اخذ الاكثرون وعند الحنفية يكره المكث قاعداً يشتغل بالدعاء والصلوٰة على النبى ﷺ قبل ان يصلى السنة الخ (الرسائل الستہ ص ۶۸)

علامہ سبحان الدین کوکاروی فرماتے ہیں کہ بحر الرائق ج ۲، ص ۴۹ میں ہے "القیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون وكان النبى ﷺ اذا سلم لم يمكث الا مقدار اللهم انت السلام الخ. اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں واما عندنا فلما ورد من اتصال السنن بالفرائض الخ (الکوکب الدری ج۱، ص ۱۹۳) مولوی زکریا لکھتے ہیں والسنة ما تؤدى متصلا بالمكتوبة (الغابر ج ۱، ص ۱۹۳) صاحب کبیری لکھتے ہیں فان كان بعد المكتوبة تطوع يقوم الى التطوع بلا فصل الا مقدار ان يقول اللهم انت السلام الخ ويكره تاخيره السنة عن حال اداء الفريضة باكثر من نحو ذالک المقدار لما روى مسلم عن عائشة (کبیری ص ۳۵۵) وقال صاحب در المختار ويكره تاخير السنة الا مقدار اللهم انت السلام الخ قال صاحب رد المختار فى ج ۱، ص ۳۹۱ قوله اللهم انت

> حق المقتدى والمنفرد وصل السنة بالمكتوبة الا ان الاستحباب فى حق الامام اشد حتى يؤدى تاخيره الى الكراهة روى ان جلوس الامام فى مصلاه بعد الفراغ من الصلوٰة مستقبل القبلة بدعة. امام اور منفرد دونوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ فرض سے متصل سنت پڑھیں اور یہ استحباب خاص کر امام کے حق میں زیادہ اشد ہے کہ اس کیلئے تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام کو اپنے مصلیٰ (جائے نماز) پر قبلہ رو بیٹھنا مکروہ ہے۔ (بدعت ہے) بلکہ اللھم انت السلام الخ پڑھ کر فوراً کھڑا ہونا ہے۔

السلام الخ لما رواه مسلم والترمذی عن عائشة قالت کان کان رسول
الله ﷺ لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللهم انت السلام الخ (نفائس
مطلوبه ص ۲۹) مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قال
فی الاختیار کل صلوٰۃ بعدها سنة یکره التعود بعدها و الدعاء بل
یشتغل بالسنة کیلا یفصل بین السنة و الفرض اھ ثم المراقی اذکار
ص ۱۸۷ (اثبات الاغراض ص ۱۴۰) مفتی محمد فرید دیوبندی لکھتے ہیں کہ صاحب خلاصۃ الفتاوی نے فرمایا بعد الفریضة الاشتغال بالسنة اولیٰ من الاشتغال بالدعاء (خلاصۃ الفتاوی، ج ۱، ص ۹۵) قسطلانی فرماتے ہیں وعند الحنفیة یکره له المکث قاعداً یشتغل
بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء
والتسبیح والصلوٰة (ارشاد الساری شرح البخاری، ج ۲، ص ۳۴۴۔ مقالات ص ۲۳)
شیخ الحدیث علامہ غازی محمد الغازی الحنفی دیوبندی لکھتے ہیں فرض و سنت کے درمیان دعاء واذکار
پڑھنا مکروہ ہے۔ اور احناف کے نزدیک دلیل حافظ ابن الھمام فرماتے ہیں ان المسنون
عدم الفصل بین الفریضة والسنن الا قدر ما یقول اللهم انت السلام
کما فی حدیث عائشة عند مسلم والترمذی وھو الذی ذکره فی شرح

ترمذی و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے
کہ جب حضور ﷺ سلام پھیرتے تو اللهم انت السلام
الخ کی مقدار آرام فرماتے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ ان الفاظ
سے دعا فرماتے اور یہ الفاظ دعا نہیں بلکہ ثناء ہے قال
الطحطاوی ص ۱۸۶ فی باب الاذکار اللهم
انت السلام الخ لیس بدعاء ۲ھ بل ثناء ۔ علامہ
طحطاوی فرماتے ہیں کہ اللهم انت السلام الخ دعا نہیں
بلکہ ثناء ہے۔ مولانا عبد المتین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
والعلماء الحنفیون اتفقوا علی استحباب
الدعاء بعد صلوات الخمس فی الفجر والعصر

الحاکم الشهید (فتح القدیر، ج۱، ص ۳۱۳) علامہ غازی آگے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس مسئلے پر مزید تحقیق کرنا چاہتا ہے تو مندرجہ ذیل کتب مطالعہ کرے۔ طحطاوی ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، شرح الکبیر ص ۳۴۲، لمعات ج ۳، ص ۴۰۹، هکذا فی الفتاوی الهندیة والدر المختار مراقی الفلاح ص ۱۷۱، حاشیة الغرغشتوی ج ۱، ص ۹۴، نور الایضاح، الاشباه والنظائر ص ۸۴، خلاصة الفتاوی ج ۱، ص ۹۵،

عقیب الفرض و فی الاوقات الثلاثة بعد الفراغ من السنة (الرسائل الستة) احناف نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ فجر اور عصر میں فرض کے بعد اور باقی تین نمازوں میں سنت کے بعد دعا کرے گا اور یہ مستحب طریقہ ہے۔ والقیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون (نور الایضاح) طحطاوی مراقی الفلاح ص ۱۸٦، فرض سے متصل سنت پڑھنا مسنون ہے یعنی اللهم انت السلام الخ سے زیادہ وقفہ نہیں کرنا چاہئیے۔ بحر الرائق ص ۳۷۱ باب صفت الصلوٰۃ میں ہے عندنا السنة مقدمة علی الدعاء الذی هو عقب الفراغ ہمارے (احناف) کے نزدیک سنتوں کو

اس دعا پر مقدم کرتا ہے جو نماز کے فارغ

منهاج السنن ج ۲، ص ۱۲۲، رد المحتار ج ۱، ص ۴۹۴، بحر الرائق ج ۱، ص ۳۰۳) علامہ غازی آگے لکھتے ہیں وکذا ذکر فی عقائد النسفیة والمختار عند الحنفیة ان یشتغل بعد اداء المکتوبة بالسنة ویکره ان یشتغل بالدعاء والتسبیح (معارف السنن، جامع الکمالات، مقالات غازی ص ۱۷، ۱۸) مذکورہ کتاب کے حاشیہ پر علامہ عبدالهادی حقانی دیوبندی لکھتے ہیں وعند الحنفیة یکره المکث قاعدا ان یشتغل بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء والتسبیح والصلوٰۃ (ارشاد الساری ج ۲، ص ۱۴۴۔ کمالات الحقانی علی مقالات الغازی ص ۱۷) علامہ الزمان فرید عصر الحاج شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ مسئلے پر دو مستقل

رسالے تصنیف فرمائے جن میں سے پہلا کراهة الدعاء بين الفرض والسنة اور دوسرا رسالہ نام "توضيح المرام فی کراهة الدعاء بعد السلام" ہے، جن میں علامہ موصوف نے مسئلہ مذکورہ پر دلائل ظاہر وباہرہ نقل فرمائے ہیں۔ علامہ عبدالجلیل صاحب دیوبندی لکھتے ہیں وقال فی الطحطاوی کل الصلوٰة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء (تنبیہ الاخوان ص ۴) حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ سنتوں میں فرض کے بعد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ مگر اللهم انت السلام الخ کی مقدار تک یعنی اس مقدار بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔ (اعلام المؤمنین ص ۳۴) اسی طرح علامہ موصوف فرماتے ہیں "وفی شرح صدر الشهيد ان القيام فی السنة متصلاً بالفرض مسنون وفی تاتارخانی الاشتغال بالسنة بعد اداء الفرائض اولیٰ من الاشتغال بالورد وان اخذ بالدعاء يكره (شرح الیاس ص۱۶۹، وایضاً فی فتح القدیر ص ۴۱۶ وحموی ص ۱۲۹، الجوهرة النيرة ص۷۲، قسطلانی ج ۲، ص ۱۳۶، عینی البخاری ج ۳، ص ۱۸۹، کشف الغمہ ص ۹۰، عقائد سنیہ ص ۲۸، تنویر الایمان

ہونے کے بعد مانگی جاتی ہے۔ قطب الارشاد ص ۲۵۲، شامی ص ۳۵۲ میں ہے۔ وہ نمازیں جن کے بعد سنتیں ہیں تو اس سے فراغت تب حاصل ہوتی ہے جب سنن ادا کی جائے کیونکہ ان اوقات میں سنن مؤکدہ اور لازم ہیں اور فرض کے ساتھ ملحق ہیں اور فرض کے مکملات ہیں بالاتفاق جیسے کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ آثار واخبار میں جو فرض کے بعد ادعیہ واذکار منقول ہیں تو وہ اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ یہ فرض کے بعد متصل پڑھی جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ سنتوں کے بعد پڑھی جائیں کیونکہ سنن فرض کیلئے مکمل ہیں اور اسی طرح ملحق وتابع ہیں اور یہ پہلے مذکور ہے کہ سنت فرض کے متصل پڑھی جائیں گی۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

المجیب: فقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی

ص ۱۹۹) اسی طرح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں اذا سلم الامام من الظہر او
المغرب او العشاء کرھت له المکث قاعداً لکنه یقوم الی التطوع (فتح
القدیر ج ا، ص ۳۱۴، تنویر الایمان ص ۱۷۹) علامہ حمد اللہ صاحب دیوبندی کے دارالعلوم
مظہر العلوم سے شائع شدہ کتاب "السیف المبیر علی اتباع ملا فنجفیر" میں
ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے۔ دلیل والمختار
عندالحنفیة ان یشتغل بعد اداء المکتوبة بالسنة ویکره ان یشتغل
بالدعاء والتسبیح الخ عقائد سنیه بحث الدعاء ص ۳۷ نقلا عن فتح
الباری والقسطلانی ج ۲، ص ۱۳۶؛ السیف المبیر ص ۷۰) علامہ ظاہر شاہ
قادری فرماتے ہیں سنن و فرائض کے درمیان دعا کرنا اسکو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ علامہ شامی
لکھتے ہیں وکذا لو فصل بقرأۃ الاوراد لان السنة الفصل بمقدار اللهم انت
السلام حتی لو زاد تقع سنة لا فی محلها المسنون (شامی ج ا، ص ۱۷۰)
عمدۃ القاری میں ہے والنص ان التاخیر مکروہ ج ۳، ص ۱۲۲، فتاوٰی برھنہ میں ہے
وبعد از سلام فرض زود برخیزد و درنگ نکند مگر بقدر اللهم انت السلام ا
زیادہ ازین کراهت ست وبدعت۔ فتاوٰی هندیہ میں ہے وفی الحجة الامام اذا
فرغ من الظهر والمغرب والعشاء یشرع فی السنة ولا یشغل بادعیة
طویلة کذا فی التاتارخانیه (ہندیہ ج ا، ص ۷۷) لان الاوراد تکون بعد
السنة لانها بین الفرض والسنة مکروه (اطفاء الفتن ص ۷) (دعا بعد السنن
والنوافل ص ۱۳، ۱۴) علامہ ظاہر شاہ نے اپنی کتاب کے آخر میں مختلف (چند) فتاوٰی ذکر کئے
ہیں۔ مفتی فضل سبحان قادری نے فتوٰی دے کر فرمایا نیز امام ابن ھمام وبقالی ودیگر علماء کرام حنفیہ
کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن رواتب ہو اور ان فرائض کے بعد صرف
اللهم انت السلام الخ فصل بین الفرائض والسنن کرنا چاہیئے اور اس تقریباً
اندازہ سے زیادہ فصل خلاف اولیٰ ہے۔ (فتوٰی دار العلوم قادریہ، مردان ۳۱ جنوری، ۱۹۸۱ء)

حضرت علامہ مفتی ابو عیسیٰ محمد جمال الدین حلیمی صاحب نے فتویٰ دیتے ہوئے فرمایا "نماز فرض و سنت کے درمیان تو دعا نہیں بلکہ ایک ثناء ہے اللھم انت السلام الخ اس سے زیادہ دعا اور اد مکروہ ہے۔ شامی ج ا، ص ۷۷۴، مراقی ص ۱۷۰، فتاوی برھنہ وغیرہ (فتویٰ مرکزی دار العلوم جامعہ چشتیہ کرانی شریف کوئٹہ بلوچستان) مفتی حاجی محمد انور قادری فرماتے ہیں فرض کے بعد سوائے اللھم انت السلام الخ کے تاخیر کرنا ساتھ اور دعاؤں کے مکروہ ہے۔ (چونکہ سنت بعد الفرض تکمیل نماز ہے اس لئے فرض اور سنت کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے سوائے اللھم انت السلام کے۔ فرض نماز جس کے بعد سنت ادا کرنا ہو تو فرض اور سنتوں کے درمیان بیٹھنا یا اور دعائیں کرنا یا ذکر میں مشغول ہونا سب مکروہ ہے۔ شامی، مراقی الفلاح، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ فرائض اور سنن کے درمیان تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (فتویٰ مکتبہ اسلامیہ دار العلوم ربانیہ شیدو) علامہ مفتی غریب اللہ صاحب فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں وقال صاحب خلاصة الفتاوى بعد الفريضة الاشتغال بالسنة اولىٰ من الاشتغال بالدعاء ج ا، ص۹۵۔ وفي الاشباه والنظائر والاشتغال بالسنة عقب الفرض افضل من الدعاء ص ۱۲۷، (فتویٰ مدرسہ مجددیہ مانکی تحصیل صوابی) علامہ مفتی عبد السبحان قادری فرماتے ہیں "عندنا السنة مقدمة على الدعاء الذى هو عقب الفراغ اه بحر الرائق صفة الصلوٰة ج ا، ص ۳۲۱ (فتویٰ دار العلوم قادریہ سبحانیہ، کراچی) (دعا بعد السنن والنوافل ظاہر شاہ میاں قادری)

۲۔ قوله ليس بدعاء الخ یعنی فرض کے بعد جو اللھم انت السلام الخ پڑھا جاتا ہے یہ دعا نہیں بلکہ ثناء ہے۔ علامہ مفتی اعظم صوبہ سرحد مولانا شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معتبر علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اللھم انت السلام الخ ليس بدعاء بل ثناء وقوله حينا الخ لا اصل له بل مختلق بعض الناس (القصاص) شرح المشكوٰة ثم طحطاوى ص۱۸۶، شرح القارى لمسند الامام الاعظم ص۲۰۶، واشعة اللمعات باب الذكر بعد الصلوٰة

ص ۴۴۸ وفتح القدیر نوافل ج ۱، ص ۱۸۶ وغیرھا۔ اسی وجہ سے مسلم وترمذی و
مشکوٰۃ وغیرھا نے اس حدیث کو باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں نقل کئے ہیں لہٰذا
اللھم انت السلام کے پڑھنے کے ساتھ دعابمعنی سوال کا طرز عمل (ہاتھ اٹھانا) غلط
حرکت ہے اور حدیث مذکور میں دعاء بمعنی سوال نہیں ہے۔ (کراھۃ الدعاء بین
الفرض والسنۃ ص ۶) علامہ حمداللہ صاحب دیوبندی فرماتے ہیں قال الفقہاء ان
اللھم انت السلام کما ھو وارد فی الاحادیث لیس بدعاء بل ذکر کما
قال العلامۃ الطحطاوی فی شرح المراقی ص ۱۷۱ قولہ والدعاء ھذا لا
ینافی الاتیان باللھم انت السلام اہ لانہ لیس بالدعاء بل ثناء۔ آگے
فرماتے ہیں فعلم من ھذا الکلام ان انت السلام کما ھو الماثور فی
الروایات لیس بدعاء (البصائر ص ۱۲۲) علامہ محمد فاضل عتیق فرماتے ہیں کہ آجکل جو
حضرات فرض نماز کے بعد متصل ہاتھ اٹھاکر اللھم انت السلام الخ پڑھتے ہیں اس پر ان کے پاس
کوئی دلیل نہیں ان ھم الا یخرصون۔ کیونکہ مذکورہ کلمات دعا نہیں کقولہ لانہ لیس
بدعاء بل ثناء، طحطاوی ص ۱۷۱، انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں ان ادعیۃ النبی ﷺ قد
اخذت مأخذ الاذکار ولیس فی الاذکار رفع الایدی (فیض الباری ج ۲،
ص ۴۳۱) مولوی یوسف بنوری لکھتے ہیں یقول ھو فی تعلیقاتہ علی الاثار واکثر
ما جاءت الادعیۃ بعد المکتوبۃ فھی علی شان الاذکار لا سوالات
الحاجات (معارف السنن ج ۳، ص ۱۲۴) (مخزن الدلائل ص ۸۴، ۸۵) خلیفۂ اعلیٰحضرت
صدرالشریعۃ بدرالطریقۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرھا فرماتے ہیں۔ نماز کے بعد جو اذکار
طویلہ احادیث میں وارد ہیں وہ ظہر و مغرب وعشاء میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں قبل سنت
مختصر دعا پر قناعت چاہیے ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا (ردالمحتار، بہار شریعت ص ۷۵، حصہ
سوم) تنبیہ احادیث میں کسی دعا کی نسبت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کریں کہ جو فضائل
ان اذکار کیلیے ہیں وہ اسی عدد کے ساتھ مخصوص ہیں اس میں کم وزیادہ کرنے کی مثال یہ ہے کہ کوئی

عمل (نالا) کی خاص قسم کی گٹھی سے کھلتا ہے اب اگر گٹھی نہیں دندانے کم از کم دو دیں تو اس سے نہ کھلے (بہار شریعت ص ۵۵، حصہ سوم) مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہوا کہ جو اوراد و وظائف جیسے اور جتنی تعداد میں منقول ہے اسی طرح ادا کیا جائے تو فرض نماز جس کے بعد سنتیں ہو اس کے بعد جتنی قدر ثناء منقول ہے وہی پڑھنا چاہئے کما مر۔ اسی طرح فتاوی دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنت ہیں ان کے بعد لمبی دعا کرنا مکروہ ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند)

حضرت علامہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی دارالعلوم امجدیہ وقار الفتاوی میں فرماتے ہیں جن فرضوں کے بعد سنت مؤکدہ ہیں ان کے بعد صرف اللھم انت السلام تا یاذاالجلال والاکرام یا اس کے برابر کوئی اور دعا مانگے اس سے زیادہ لمبی دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد جتنی چاہے لمبی دعا مانگیں مگر اتنا طول نہ دیں کہ نمازیوں پر شاق گذرے (وقار الفتاوی، ص ۱۲۲، ج ۲) مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں انکے بعد مختصر دعا کرنی چاہیئے۔ لہذا جو حضرات مفتی وقار الدین قدس سرہ کے معتقدین ہیں، انھیں چاہیئے کہ طویل دعا کرنا چھوڑ دیں اور مختصر دعا مانگیں۔

اللہ تعالٰی ورسولہ الاعلٰی اعلم بالصواب



(قسطلانی ص۱۲۳، ج۹) علامہ طحطاوی مصافحہ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔ قوله المصافحة وهي الصاق الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه فاخذ الاصابع ليس بمصافحة خلافا للروافض. (طحطاوی، ص ۱۷۴، والدر المنتقى ثم الشامى، ص ۲۴۴، ج۵، وصلوٰة مسعودی ثم جامع الرموز بحث کراهیت، ص ۴۳۷، ج۳، وفی الترمذی قوله مصافحة. واما المصافحة وهي الافضاء بصفحة اليد الى صفحة اليد. هي مفاعلة من الصاق صفح الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه، ص ۹۷، وفی جامع الرموز وهي الصاق صفحة الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه كما قال ابن الاثير فاخذ الاصابع ليس بمصافحة خلافا للروافض، ص ۴۳۷، ج۳) (تنویر الایمان ص۳۲۹ لعلامۃ سید احمد شاہ صاحب سواتی قدس سرہ) مصافحہ کی ابتداء کے بارے میں علامہ موصوف فرماتے ہیں: ان اول ماصافحه قيل آدم عليه السلام وقيل اهل اليمن روى انه لما اخرج آدم عليه الصلوٰة والسلام من الجنة وآتاه جبرئيل عليه السلام بعد قبول توبته وصافحه

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ مصافحہ (ہاتھ ملانا) اور مبارکباد دینا عید کے دن نماز عید کے بعد جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بعض لوگ اس طرح کرنے کو روافض کا طریقہ بتاتے ہیں۔ تو آپ وضاحت فرمادیں کہ ان کی بات کس حد تک صحیح ہے؟ جزاک الله فی الدارین۔ سائل: عبداللہ، سوات

الجواب: مصافحہ کرنا بھیئت ووقت مذکورہ اور عید کی مبارکباد دینا امر مشروع ومستحب ہے۔ یہ روافض کا طریقہ نہیں بلکہ اہلسنّت وجماعت کا طریقہ ہے۔ سئلت عن المصافحة يوم العيد والجمعة ما حكمه؟ فالجواب ان حكمها الاستحباب قال ﷺ من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه اه من الهداية وروى الحافظ السيوطى فى الجامع الصغير عن ابى داؤد عن البراء اذا التقى المسلمان فصافحا و حمدا الله واستغفرا غفر لهما وروى ايضا فيه عن الحكيم عن عمر رضى

تجدید العهد. (ینبوع الحکم ثم حاشیة عین العلم، ص ۳۱۵. وفی قسطلانی بسند صحیح عن انس رضی الله عنه قد اقبل اهل الیمن وهم اول من جاء بالمصافحة، ص ۱۲۴، ج۹. تنویر الایمان، ص ۳۲۹)(والسنة فی المصافحة ان تکون بکلتا یدیه مجمع الانهر، ص ۵۲۰، ج ۲، بحث کراهیت، جامع الرموز، ص ۴۳۶، ج۳، در مختار، ص ۲۴۴، ج۵، شامی، ص ۲۴۴، ج۵، عالمگیری، ص ۱۴۵، ج۶، وهدایه، ص ۳۷۱، ج ۲) المصافحة سنة قدیمة متوارثة فی السنة ۵۱ مجمع الانهر، ص ۵۲۰، ج ۲، المصافحة سنة قدیمة متواترة درمختار، ص ۲۴۴، ج۵) وفی کشف الغمة قوله وکانت الصحابة اذا انصرف النبی ﷺ من صلوته یثورون الیه حتی یزدحموا فیأخذون یده فیمسحون بها وجوههم وصدورهم. ص ۱۰۹، ج ۱. و فی الطحطاوی قوله کان اصحاب رسول الله ﷺ اذا التقوا یوم العید یقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنکم قال.

الله عنه اذا التقی المسلمان فسلم احدهما علی صاحبه کان احبهما الی الله احسنهما بشرا بصاحبه واذا تصافحا انزل الله علیهما مائة رحمة للبادی تسعون وللمصافح عشرة وفی شرح العینی علی الهدایة قال النبی ﷺ ان المؤمن اذا لقی المؤمن فسلم علیه واخذ بیده فصافحه تناثرت خطایا هما کما یتناثر ورق الشجر رواه الطبرانی والبیهقی کذافی فتاویٰ کا ملیه، ص ۲۶۲، شر بنلالی، ص ۱۴۲. اَذکارنووی میں بھی مصافحہ کوسنت لکھا ہے۔ کقوله وفی الشامی کما افاده النووی فی اذکاره حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد الصلوة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم حافظوا علیها فی بعض

واخرجه الطبرانی ایضا فی الدعاء بسند قوی قال والمتعامل به فی البلاد الشامیة والمصریة قول لصاحبه "عید مبارک" "علیک" ونحوه ویمکن ان یلحق هذا اللفظ بذلک فی الجواز الحسن واستحبابه لما بینهما من التلازم وکذا تطلب المصافحة فهی سنة عقب الصلوٰة کلها وعند کل لقی. ص ۲۸۹، تنویر الابصار، ص ۳۳۵) شیخ الحدیث علامہ غازی محمد الغازی لکھتے ہیں۔ مصافحہ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ (۱) مسنون۔ (۲) اباحت۔ مال الیہ الطحطاوی والنووی فی کتاب الاذکار۔ (۳) کراھت والاصح عند العلماء القول الاول والثانی دون الثالث. اگر تفصیل مقصود ہو تو مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ فتاوی بزازیہ، شامی، کتاب الدرر، شرح المسلم للنووی، سنن الکبری. ص ۳۱۹، ج ۳، بحر الرائق، ص ۱۵۸، ج ۲، بخاری، ص ۶۳۶، ج ۲، مجموعة الفتاوی، ص ۳۸۸، ج ۱، کتاب الاذکار، در مختار، ص ۳۱۸، ج ۶.

و ان کانت المصافحة بعد صلوٰة العیدین وادبار الصلوٰة فلو کانت طریقة غیر

الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرها لا یخرج ذلک البعض عن کونه من المصافحة التی ورد الشرع باصلها. (شامی، ص ۲۶۶، ج ۵، کذا فی الطحطاوی) خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور وقت کی خصوصیت بدعت حسنہ ہے۔ (غایت الاوطار ترجمہ در مختار، ص ۲۱۸، ج ۴، کذا فی الطحطاوی، ص ۲۸۹)۔ وفی الجامع الصغیر فی استقبال المصحف تشبیه باهل الکتاب ولکن تشبیههم لایکره فی کل فعل فانا نا کل ونشرب کما یا کلون ویشربون وانما یکون الشبیه مکروها فی ما کان مذموما. وفی قطب الارشاد، ص ۲۸۰. واما المصافحة المتعارفة فی یوم العید بعد الصلوٰة فمباح الی مستحب. مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثواب تواتر سے ثابت ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی اس

مرضية لنهي عنها رسول الله ﷺ ومن ادّعى فعليه حوالة الحديث مع انها لم تنقل نهيه عنه عليه السلام لا عملا ولا قولاً بل لم تنقل عن الخلفاء الراشدين وعدم النهي دليل الجواز و الاستحباب كما صرح به كثير من ائمة الدين فعلم ان هذه الكيفية الكذائية مرضية في الشرع صرّح به الشيخ مولا نا عبد الهادي في كتابه العجاب المسمّى به الفوائد العلمية، ص ۱۸ . ۱۹ .۲۰، و هو المحقق في هذا الباب (مقالات غازی، ص ۸۴) صدر الشریعۃ مولانا امجد علی قادری قدس سرہ فرماتے ہیں۔ بعد نماز عید مصافحہ و معانقہ کرنا جیسا کہ عموماً مسلمانوں میں رائج ہے۔ بہتر ہے کہ اس میں اظہار مسرت ہے۔ (وشاح الجید، بہار شریعت، ص ۹۹، حصہ چہارم)

کے تمام گناہ گر جائینگے۔ جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ مصافحہ کا مطلق جواز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر یا عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ: جس طرح فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے، اسی طرح باقی نمازوں کے بعد بھی جائز ہے۔ کیونکہ اصل مصافحہ کرنا جائز ہے۔ تو جس وقت بھی کیا جائے تو جائز ہے۔ جب تک شریعت مطہرہ میں ممانعت نہ آئی ہو۔ والتهنية يتقبل الله منا ومنكم لا تنكر رد المختار. اور مستحب ہے کہ اس لفظ سے مبارکباد دی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں قبول فرمائے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اس طرح مبارکباد دینا جائز ہے۔ (غنیۃ الاوطار، ۳۸۵، ج۱) والله ورسوله اعلم بالصواب

الفقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی.

اگر کوئی اعتراض کرے اور اسے بدعت بتائے اور یہ کہے کہ یہ تخصیص یعنی سورۃ عنکبوت وروم کا رمضان المبارک کی تیسویں رات کو پڑھنا یہ بدعت ہے تو جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے تخصیص مخصص معلوم کرلیں۔ تخصیص کے دو معانی ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی معین سورت کو کسی معین وقت میں یا کسی معین نماز میں پڑھے تو یہ تخصیص دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو اس وجہ سے تخصیص کی ہوگی کہ یہ سورت پڑھنا اس کے لیے آسان ہے۔ یا تبرک کے لیے پڑھیگا اور یہ اعتقاد ہوگا کہ اس وقت یا اس نماز میں اس کے علاوہ دوسری سورت پڑھنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے۔ اور تخصیص کا دوسرا معنی اس کا عکس ہے تو اس وضاحت کے بعد خلاصہ کلام یہ ہے کہ تخصیص مکروہ سے مراد قسم ثانی ہے نہ کہ قسم اول۔ چاہے نماز میں ہو یا نماز کے بعد۔ اور پہلے معنی کے اعتبار سے تخصیص جائز ہے مطلقاً بلا

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ تیسویں رمضان المبارک کی رات کو بعد نماز تراویح سورۃ عنکبوت وسورۂ روم پڑھنا جیسا کہ ہمارے علاقوں (اوطان) میں پڑھا جاتا ہے اسمیں ثواب واجر ہے یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اسے بدعت بتاتے ہیں۔ جواب مفصل مع الدلائل عنایت فرمائیں؟ بینوا وتو جروا

المستفتی: سید عبدالاحد شاہ سیفی

الجواب بعون الوهاب

سوال مذکور میں مذکورہ صورت پر تلاوت کرنے میں کوئی حرج و بدعت نہیں اور ثواب کا مستحق ہے لیکن اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اسے جواب مع الدلائل ذکر کرنا چاہیئے۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین o قرآن کے پڑھنے سے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں کقولہ علیہ السلام وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأحرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا لا اقول آلم

کراھیہ العالمگیری صفحہ نمبر ۱۶۱ میں ہے ویکرہ ان یوقت شیئا من القرآن لشئی من الصلوٰۃ قال الطحطاوی والاسبیجابی ھذا ازراہ حتما واجبا بحیث لا یجوز غیرہ او رأی قرأۃ غیرہ مکروۃ واما اذا قرأ لاجل التیسر علیہ او تبرکا بقرأتہ ﷺ فلا کراھۃ فی ذلک کذا فی الھدایۃ والکفایۃ وشرح الیاس صفحہ نمبر ۱۰۶ ۔ ومستخلص

صفحہ نمبر ۱۹۸ . بل فی سائر کتب الفقه. فتاویٰ دستور القضاۃ صفحہ نمبر ۹ میں ہے انه اذا اعتقد الجواز بغیره لکن الموقت ایسر علیه فلا یکسره بل یستحب لانه مامور بقرأة ما تیسر علیه من القرآن فما کان ادخل فی الیسر کان افضل اھ. ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ منکرین جو مذکورہ معمولات کو بدعت کہتے ہیں تو انکا یہ دعویٰ باطل اور بے بنیاد ہے (اعلام المومنین صفحہ نمبر ۶۸) جب یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور سنانا مستحبات میں سے ہے اور مستحب کیلئے شارع سے کوئی وقت متعین نہیں یعنی تمام عمر اس کیلئے محل ہے جب بھی ادا کرلیا جائے جائز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حج کرنا مالدار مستطیع پر ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے تو جب بھی ادا کرے گا ہوجائے گا کیونکہ شارع کی طرف سے اس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں یعنی ایک سال کے بجائے اگر آئندہ سال ادا کرے اور تاخیر کرے تو کوئی گناہ نہیں جیسے کہ صاحب ھدایہ نے فرمایا ہے ولا یجب فی العمر الا مرة فکان العمر فیه کالوقت فی الصلوٰۃ (ھدایہ صفحہ ۲۱۲) جب مستحبات اور فرضی حج کا حکم ایک جیسا ہے کہ شارع کی طرف سے عدم توقیت ہے تو منکرین کو چاہیے کہ جس طرح مسئلہ مذکورہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے کیونکہ اسمیں

> حرف الف حرف ولام حرف ومیم حرف (رواہ الترمذی والدارمی مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۸۶) حاشیہ مشکوٰۃ پر تفصیل یوں ذکر کی ہے کہ ”الف حرف ای مسمّٰی الف حرف والاسم ثلثة احرف ففی سورة البقرة یکون عدد الحسنات تسعین الخ (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۱۸۶) خاص کر سورۂ عنکبوت وسورۂ روم پڑھنا کیونکہ یہ جنت میں جانے اور دوزخ سے بچنے کا سبب ہے۔ عن النبی ﷺ من قرأ سورة العنکبوت کان له من الاجر عشر حسنات بعدد کل المومنین والمنافقین اھ (تفسیر ابی السعود آخر سورة عنکبوت صفحہ نمبر ۲۶۴ /۷، وعن رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرأ سورة الروم کان له من الاجر عشر حسنات بعدد کل ملک یسبح الله تعالیٰ بین السماء والارض وادرک ما ضیع فی یوم ولیلة اھ. تفسیر ابی السعود آخر سورة الروم صفحہ نمبر ۲۸۸ /۷) کتاب جنت

دن اور سورتوں کی تخصیص کی گئی ہے تو منکرین حج کرنے والے کو بدعتی ٹھرائیں اور حاجیوں سے یہ کہیں کہ تم نے جو اس سال حج ادا کیا یہ بدعت ہے کیونکہ شارع کی طرف سے واقت کا تعین نہ تھا اور تم لوگوں نے اس سال کی تخصیص کر کے حج کر لیا تو یہ بدعت ہے۔ اور تم لوگ اس کی وجہ سے گنہگار ہو گئے ہو۔ (اعلام المومنین صفحہ نمبر ٦٩) اس کے علاوہ سب سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ مذکورہ سورتوں کو عارفین کاملین بزرگان دین پڑھتے تھے۔ اور مشائخ عظام کا ان امور پر عمل کرنا کہ جس کے بارے میں شارع سے صریح منع وارد نہ ہو یہ اس امر کی محمودیت اور حسن پر دلالت کرتی ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے۔ من سن فی الاسلام سنة حسنة فلہ اجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شیء الخ رواه مسلم مشکوٰة ص ۳۳ و فی روح البیان ص ۴/۲۵۷ ولولا انہ علیہ السلام فتح لامته باب الاستنان ما اجترأ احدهم علی ان یزید حکما ر… ضعا ففی الصحیح من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها اه (اعلام المومنين صفحه نمبر ۷۲) کسی خاص عمل کرنے کیلئے کسی خاص دن کو مقرر کرنا تو یہ خود حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ ہر ہفتے کے دن مسجد قبا میں تشریف لاتے

> الفردوس جو نظم کی کتاب ہے اسمیں لکھا ہے کہ جسے جنت چاہیے اور اس کا امیدوار ہو تو جب رمضان کی تیئسویں رات آ جائے تو تراویح کے بعد سورۂ عنکبوت وروم کو پڑھے یا سنے تو یہ شخص اہل جنت سے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں سے ہو جائے گا۔ (جنت الفردوس صفحہ نمبر ٦۵ تا ٦٧) در بیان شب کہ در آن شب گناہان ہمہ بخشیدہ میشوند و آن شب بیست وسوئم ماہ رمضان است واگر در شب بیست وسوئم ماہ رمضان سورۂ عنکبوت وروم بخواند خوانندہ وشنوانندہ را باتش دوزخ کار نباشد (ارشاد الطالبین صفحہ نمبر ۲۲۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت من قرأ سورة العنكبوت وسورة روم فی ليلة الثالثة والعشرين من رمضان فهو من اهل الجنة (انيس الواعظين صفحہ نمبر ۳۰) سننے کا ثواب پڑھنے سے زیادہ ہے۔ پڑھنے والے کیلئے ایک اجر ہے اور سننے والے کیلئے دو اجر ہیں اس لیے قاری سورۂ عنکبوت وروم کی تلاوت کرتے ہیں اور باقی لوگ سنتے ہیں۔ اسی طرح سننے اور سنانے کا معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا

بھی تھا۔ کقوله وقد كان رسول الله ﷺ یا مرمن قرأ القرآن فی المسجد ان یسمع قرأته وكان ابن عمر رضی الله عنهما يامر من يقرأعليه وعلى اصحابه وهم يستمعون ولانه اكثر عملا وابلغ فی الله برأ ونفعه متعد لایقاظ قلوب الغافلين (طحاوی صفحه نمبر ۱۷۴)وفی احياء العلوم صفحه نمبر ۱۵۸ . وكان اصحاب النبی ﷺ اذا اجتمعوا امروا احدهم ان يقرأ سورة من القرآن وهكذا فی تفسير روح البيان صفحه نمبر ۵۰۰ /۴. اور جو شخص سلف صالحین کے معمولات پر طعن کرتے ہیں تو وہ مردود الشہادۃ ہے۔ قال فی التكملة صفحه نمبر ۱/۱۴۵ .من طعن فی علماء الامة لا يلومن الا امه كما فی الكرمانی ۱۲.

الله تعالىٰ ورسوله اعلم بالصواب

الفقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی

کقوله كان النبی ياتی مسجد قبا كل سبت ماشيا وراكبا وكان عبدالله بن عمر يفعله (بخاری ۱/۱۵۹) علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:وفی هذا الحديث على اختلاف طرقه دلالة على جواز تخصيص بعض الايام ببعض الاعمال الصالحة والمداومة على ذلك (فتح الباری صفحه نمبر ۳/۳۱۲) الله تعالىٰ ورسوله الاعلىٰ اعلم بالصواب.

راس الحکمة مخافة الله

جمعہ کی شرافت وفضیلت: عن ابی لبابة بن عبد المنذر قال قال النبی ﷺ ان یوم الجمعة سید الایام واعظمها عند الله وهو اعظم عند الله من یوم الاضحی ویوم الفطر (مشکوة باب الجمعه الفصل الثالث، ص ۱۲۰) عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اکثروا الصلوة علیّ یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائکة وان احدا لم یصل علیّ الاعرضت علیّ صلوته حتی یفرغ منها. (رواه ابن ماجه مشکوٰة ص ۱۲۱) وفی کشف الغمه من قرء ختم الدخان فی لیلة الجمعة او یومها غفرله ذنوبه واصبح یستغفرله سبعون الف ملک وبنی الله له بیتا فی الجنة وکان ﷺ یقول من قرأ سورة یس لیلة الجمعة غفرله وایضا فی (ص ۱۱۸) وکان رسول الله ﷺ یقول ینزل ربنا الی سماء الدنیا لیلة الجمعة من غروب الشمس الی طلوع الفجر فلا یرد سائلا قط مالا یسئل هجرا وکان ﷺ یقول تضاعف الحسنات یوم الجمعة الخ (کشف الغمه ص ۱۱۸) علامة الزمان حضرت مولانا سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ میں کہ ہر شب جمعہ کو ایک شخص بعد نماز عشاء سورۃ ملک (تبارک الذی) بلند آواز سے پڑھتا ہے اور باقی نمازی مسجد میں بیٹھ کر سنتے ہیں تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ کیونکہ بعض لوگ اس کو بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شب جمعہ کی تخصیص بدعت ہے۔ جو شخص اس کو بدعت کہتا ہے اس کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

سائل: خالدزادہ قلاگے نیکپی خیل سوات

باسمہ تعالیٰ الجواب بعون الملک الوہاب

سورۃ ملک (تبارک الذی) کا ہر رات کو اور خصوصاً شب جمعہ کو پڑھنا شرعاً احادیث کریمہ اور معتبر علماء کرام کے اقوال سے ثابت ہے۔ تجہیز الجنازہ، جواہر النفیس فصل احوال المیت، ص ۲۰۴ اور دستور القضاۃ، ص ۴۸ لعون لصدر بن رشید الترمذی میں لکھا ہے کہ۔ قال ﷺ من قرأ کل جمعة بعد العشاء سورة الملک فاذا مات قال له المنکر والنکیر من ربک

دلائل سے حضورﷺ کا کسی عمل کے لئے کوئی دن مقرر کرنا ثابت ہوا۔ امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں:

وبالجملة ينبغي ان يزيد في الجمعة في اوراده وانواع خيراته فان الله سبحانه اذا احب عبدا استعمله في الاوقات الفاضلة بفواضل الاعمال. (احياء العلوم ص۱۰۸، اعلام المؤمنين ص ۶۱) دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز سے خارج تلاوت کرنا نفلی عبادتوں میں سے ہے اور بندے کو اختیار حاصل ہے کہ وہ نفلی عبادتوں میں سے جتنا اور جو بھی عبادت چاہے اپنے اوپر لازم کرے اور ادا کرے۔ جیسے التحریر المختار میں ہے۔ لان المتطوع امير نفسه فلا يلزمه الا ما التزمه باختياره وقصده بخلاف الفرض لانه مقدر معين اصلا ووصفا فلا يتجاوز عن ذلك.

> فيقول له ملك اخر غيرهما لا تسأله فانه كان يقرء سورة الملك. آپﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر شب جمعہ کو بعد نماز عشاء سورۃ ملک پڑھتا ہے تو جب یہ شخص فوت ہو جاتا ہے تو منکر نکیر پوچھتے ہیں کہ تمھارا رب کون ہے۔ تو ایک تیسرا فرشتہ منکر و نکیر کو فرماتا ہے کہ اس سے مت پوچھو کیونکہ یہ سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا۔ قال رسول الله ﷺ من قرأ في كل ليلة الجمعة بعد العشاء الاخيرة تبارك الذي بيده الملك اذا مات يتنزل به منكر ونكير قال من ربك فقال نكير لمنكر لا تسأله من ربك فانه كان يقرأ تبارك الذي بيده الملك. جواهر النفيس فصل احوال الميت، ص ۲۰۴، دستور القضاة، ص ۴۸، لصدر بن رشيد الترمذي. اقول لا منافاة بين هذا الحديث وما قبله لا مكان قوله لا ساله من ربك من نكير او ملك اخر غيرهما كليهما. حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص

(التحرير المختار لرد المختار ۶۷، ج ۱) اسی طرح نفلی عبادت ہر وقت ادا کرنا جائز ہے۔ كقوله التطوع المطلق يستحب ادائه في كل وقت كذا في محيط السرخسي. (عالمگیری ص ۹۰) ولعل الوجه فيه ان النفل بابه واسع (شامی، ص ۸۷، هكذا في الهداية، ص ۲۷۷، عینی شرح کنز، ص ۷) مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فان

النفل فی سائر الایام شرع حقا للعبد لیفتح علیه اکتساب الخیرات و نیل السعادات من غیر عود اثم علیه فی ذلک علی تقدیر الترک. (مولوی علی الحسامی، ص ۱۴۳ هکذا فی التلویح، ص ۱۵۵) وایضا فی اصول الشاشی، ص ۱۴۴. بان النفل حق العبد اذ هو مستقل بنفسه من ترکه وتحقیقه ای ایجاده و اثباته مجاز ان یؤثر فیما هو حقه لا فیما هو حق الشرع. اس سے معلوم ہوا کہ بندہ امور مستحبہ میں مخیّر ہے کہ جو بھی نفلی عبادت ہو مثلاً تبارک الذی وغیرہ ۔اس کو جب بھی چاہے مثلاً شبِ جمعہ کو تو ادا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ علامہ جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کل العمر محل له ای لنوافل والمستحبات عندنا هکذا فی

ہر شب جمعہ کو بعد نماز عشاء تبارک الذی بیدہ الملک پڑھیگا تو جب اس کا انتقال ہو جائے اور اس کے پاس منکر ونکیر آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمھارا رب کون ہے تو نکیر منکر سے کہتا ہے کہ اس سے من ربک کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ یہ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی اور دوسری حدیث میں کوئی منافات نہیں۔لاتساله من ربک کے امکان کی وجہ سے نکیر سے ہو یا کسی اور فرشتے کی طرف سے ہو کہ سورۃ الملک کے پڑھنے والے سے سوال مت کرو۔ و لا یدع قرأة هذه الخمس ای یٰس و السجدة و لقمان والدخان و سورة ملک فی لیلة الجمعة ففیه فضل کثیر اه. (احیاء العلوم، ص۱۸۷. اعلام المؤمنین، ص ۱۶ لعلامه سید احمد شاه رحمة الله علیه) مومن ان پانچ سورتوں کی تلاوت نہیں چھوڑیگا یعنی سورۃ یٰس، سجدہ، لقمان، دخان اور سورۃ ملک کو شب جمعہ میں ضرور پڑھیگا کیونکہ اس میں بہت فضیلت ہے۔ وان لم یصل فلا یدع هذه

التلویح، ص ۲۱۰، نور الانوار، ص۵۸. حاصل کلام یہ ہے کہ قواعد وقوانین علمی وعلم اصول بزبان حال اونچی آواز سے یہ آواز دیتا ہے کہ سورۃ ملک کے شب جمعہ میں بہیت کذائیہ پڑھنے میں کوئی حرج، قباحت وبدعت نہیں جیسے کہ مخالفین نے مخالفت شروع کردی ہے۔اب آخر میں ایک الزامی جواب مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شب جمعہ کو تبارک الذی پڑھنا یا سننا بدعت ہے تو مخالفین یہ

السور او بعضها قبل النوم الخ (احیاء العلوم ص ۱۸۷)
اگر کوئی مسلمان نماز نہ پڑھے تو پھر بھی ان تمام سورتوں کا یا بعض سورتوں کا پڑھنا نہ چھوڑے بلکہ پڑھنے کے بعد سویا کریں۔ لا تدع هذه السورة ليلة الجمعة لان فيها فضلا كثيرا ومن لم يحسن ذلك فليكثر قرأة سورة الاخلاص والصلوٰة على النبى ﷺ (البدٰية لمحمد غزالى، ص ۴۸) اس سورۃ کو شب جمعہ میں پڑھنا ترک نہ کرو کیونکہ اس میں بہت فضیلت ہے اور جو شخص اس سورۃ کو نہیں پڑھ سکتا تو وہ کثرت سے سورۃ اخلاص پڑھا کرے اور درود شریف کو کثرت سے پڑھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہر شخص خود اس کو پڑھے تو جاننا چاہیئے کہ کثرت دلائل سے یہ بات معلوم ہے کہ پڑھنے سے قرآن سننے کا ثواب زیادہ ہے۔ كقوله تعالى واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. جب قرآن پڑھا جائے تو تم لوگ سنو اور خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ کی

بتائیں کہ تم لوگ خود جو تبلیغ کے نام پر گمراہی پھیلا رہے ہو اور خاص شب جمعہ کو ایک خاص مسجد میں جمع ہوتے ہو یا سہ روزہ، دس دن، چالیس دن اور چار مہینے۔ اس متعین مقدار میں اس عمل کا کوئی ثبوت خیر القرون میں ہے؟ اگر ہے تو فاتوا برهانكم ان كنتم صادقين. اور اگر نہیں تو تمھارے پاس اس کے جواز کا ثبوت و دلیل کیا ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا. الله تعالىٰ ورسوله الاعلى اعلم بالصواب.

طرف سے تم پر رحم کیا جائیگا۔ المستمع یؤدی فرضین هما الاستماع والانصات. روح البیان، ص ۴۹۹، ج ۴، خزینة الاسرار، ص ۵۷، اقول والقاری یؤدی النفل. سننے والا دو فرض ادا کرتا ہے۔ یعنی ایک سننا اور دوسرا چپ رہنا۔ میں کہتا ہوں کہ قاری (پڑھنے والا) نفل ادا کرتا ہے۔ ولهذا قال استماعه اثوب من تلاوته.(روح البیان، ص ۴۹۹، ج ۴، خزینة الاسرار، ص ۵۷) اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ قرآن کے سننے میں اس کے پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ انه قال الداعی والمؤمن فی الاجر شریکان والقاری والمستمع فی الاجر شریکان والعالم والمتعلم فی الاجر شریکان کذا فی الجامع الصغیر ۱۵. (خزینۃ الاسرار، ص ۵۷) عبداللہ بن عباس حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا اجر میں شریک ہیں۔ اسی طرح پڑھنے والا اور سننے والا اور اسی طرح عالم اور طالبعلم اجر میں شریک ہیں۔ وذلک لان الله تعالیٰ امر باستماع القرآن والانصات عند قرأة القرآن مطلقا سواء کان فی صلوٰة او غیرها. (تفسیرات احمدیہ، ص ۲۸۰) یہ اجر میں شریک ہونا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت خاموش ہو کر سنا کرو اور یہ مطلق ہے چاہے تلاوت نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ ومن اُلسنة ان یستمع القرآن احیانا من الغیر وکان رسول الله ﷺ یستمع قرأة ابی وابن مسعود رضی الله عنهما۔ (روح البیان، ص ۱۱۳، ص ۴۹۹) کبھی کبھی دوسرے سے بھی قرآن سننا سنت ہے۔ حضور ﷺ خود ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے قرآن سنتے تھے۔ عن ابن مسعود قال قال لی رسول الله ﷺ وهو علی المنبر اقرأ علیّ قلت اقرأ علیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعه من غیری فقرأت سورة النساء حتی اتیت الی هذه الایة فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنابک علی هو لآء شهیدا. قال حسبک الآن فالتفت الیه فا ذا عیناه تذرفان۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ، ص ۱۸۲) عبد اللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ مجھ پر تلاوت کرو۔ میں نے عرض کی کہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور میں آپ پر تلاوت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے قرآن سننا چاہتا ہوں تو میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں آیت فکیف اذا جئنا...... الخ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس آگے نہ پڑھو۔ جب میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آیت کا ترجمہ یوں ہے "پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائے اور آپ ﷺ کو ان سب پر گواہ لائے۔ اس پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ عن ابی سعید الخدری قال جلست فی عصابة من ضعفاء المهاجرین (وانهم) ای وان بعضهم یستتر ببعض من العریٰ وقاری یقرأ علینا القرآن اذجاء رسول الله ﷺ فقام علینا فلما قام رسول الله ﷺ سکت القاری فسلم ثم قال ما کنتم تصنعون قلنا کنا نستمع الی کتاب الله فقال الحمدلله الذی جعل من امتی من امرت ان اصبر نفسی معهم ...... الخ ۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ، ص۱۹۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور ان میں سے بعض بعض سے بے حجابی (ننگا ہونے) کی وجہ سے چھپتے تھے۔ اور قاری ہم پر قرآن پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ تشریف لا کر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ تو آپ ﷺ کے قیام کی وجہ سے قاری خاموش ہو گئے تو آپ ﷺ نے ہم پر سلام کر کے فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ ہم قاری کی تلاوت سن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہے کہ اس نے میری امت سے ایسے لوگ بنائے کہ مجھے حکم ہوا کہ میں اپنا نفس ان کے ساتھ صبر کروں۔ یعنی میں بھی قرآن شریف کی تلاوت سنوں۔ قال رسول الله ﷺ من استمع الی اية من کتاب الله عزوجل کان له نورا یوم القیامة وفی الاخرة کتب له عشر حسنات (احیاء العلوم، ص۱۵۸، ج۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل کی کتاب کی ایک آیت سنی تو یہ

قیامت کے دن اس کے لئے نور بنے گا اور آخرت میں دس نیکیاں لکھی جائیگی۔ وقد کان یامر من یقرأالقرآن فی المسجد ان یسمع قراء ته۔ (طحطاوی، ص۱۷۴) حضور ﷺ حکم فرماتے تھے کہ جو شخص مسجد میں قرآن پڑھے تو اس کی قرأت سنی جائے۔ وکان عمر رضی اللہ عنہ یستمع قرائۃ ابی موسیٰ الاشعری۔ (روح البیان، ص۱۱۳، ج۳) حضرت عمرؓ ابوموسیٰ اشعریؓ کی قرأۃ سنتے تھے۔ وکان اصحاب رسول اللہ ﷺ اذا اجتمعوا امروا احدھم ان یقرأ سورۃ من القرآن۔ (احیاء العلوم، ص۱۵۸، روح البیان، ص۵۰۰، ج۴) اصحاب رسول ﷺ جب بھی جمع ہو جاتے تو ایک کو قرآن کی کسی بھی سورت پڑھنے کا فرماتے۔ وکان ابن عمر رضی اللہ عنھما یامر من یقرأ علیہ و علی اصحابہ وھم یستمعون۔ (طحطاوی، ص۱۷۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما حکم فرماتے اس شخص کو جو آپ ﷺ پر اور صحابہ پر قرآن پڑھتے اور لوگ سنتے تھے۔ ثواب الاستماع ازید من ثواب التلاوۃ للقاری اجر وللمستمع اجران لانہ یستمع و ینصت و یستمع با ذنیہ والقاری یقرأ بلسان واحد والمستمع یؤدی الفرضان وھما الاستماع والانصات دون القاری ولھذا قالوا استماعہ اثوب من تلاوتہ۔ (روح البیان، ص۴۹۹، ج۴، خزینۃ الاسرار، ص۵۷) قرآن سننے کا ثواب پڑھنے سے زیادہ ہے۔ پڑھنے والے کے لئے ایک اجر ہے اور سننے والے کے لئے دو۔ کیونکہ سننے والا سنتا بھی ہے اور خاموش بھی رہتا ہے۔ اسی طرح سننے والا دونوں کانوں سے سنتا ہے اور پڑھنے والا ایک زبان سے پڑھتا ہے۔ سننے والا دو فرض ادا کرتا ہے یعنی ایک سننا اور دوسرا چپ رہنا نہ کہ پڑھنے والا۔ اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ سننے کا ثواب پڑھنے کے ثواب سے زیادہ ہے۔ استماع القرآن اثوب من تلاوتہ۔ (روح البیان، ص۱۶۷، ج۴، ص۴۷۹، ج۲، الحموی ص۳۰۹، کبیری ص۴۲۷، طحطاوی ص۱۷۴) قرآن کا سننا پڑھنے سے افضل ہے اور زیادہ ثواب ہے۔ لانہ اکثر عملا وابلغ فی التدبر و نفعہ متعد بایقاظ قلوب الغافلین۔ (طحطاوی، ص۱۷۴) ازروئے عمل کے سننے میں زیادہ

ثواب ہے اور تدبر میں بھی ابلغ ہے اور سننے کا نفع غافلوں کے دلوں کو بیدار کرتا ہے۔

واستماع القرآن فی الصلٰوۃ فرض وفی خارجها مستحب عند الجمهور۔ (روح البیان، ص۱۱۳، ج ۳) جمہور علماء کے نزدیک نماز میں قرآن سننا فرض اور خارج میں مستحب ہے۔ ولو قرأ واحد واستمع الباقون فهو اولٰی۔ (روح البیان، ص۴۱۲، ج ۴) اگر ایک پڑھے اور باقی سنیں تو یہ بہتر ہے۔ اذا قرأ المؤذن واستمع الحاضرون کانوا کانهم قرء واجمیعا۔ (روح البیان، ص۱۶۷، ج ۴) اگر مؤذن قرآن پڑھے اور باقی سنیں تو گویا سب نے پڑھ لیا۔ فما یفعل البعض فی هذاالزمان من اخفاء آیة الکرسی فی بعض الجوامع والمجامع لیس علی ما ینبغی و ذلک لان فی القوم من هو امیّ لا یحسن قرائة الایة المذکورة فالالیق ان یجهر المؤذن لینال المستمعون ثواب التلاوۃ بل ازید وهذا ظاهر علی ارباب الانصاف ولا یخرج عن هذا الحد الااصحاب الاعتساف۔ (روح البیان، ص۴۷۹، ج ۲، ص ۱۶۷، ج ۴، الحموی ص ۳۰۹، الکبیری ص ۴۲۷، الطحطاوی ص ۱۷۴) اس دور میں جو بعض لوگ اپنے اجتماعی مجالس میں آیۃ الکرسی کو سرأ (آہستہ) پڑھتے ہیں تو اس طرح (آہستہ) نہیں پڑھنا چاہیئے کیونکہ قوم میں اُمّـی (ان پڑھ) لوگ بھی ہوتے ہیں جو آیۃ الکرسی کو صحیح نہیں پڑھ سکتے تو زیادہ بہتر یہی ہے کہ مؤذن جھر (بلند آواز) سے پڑھے تا کہ سننے والے کو بھی تلاوت کا ثواب ملے بلکہ زیادہ ثواب ملے اور یہ بات (فائدہ) اھل انصاف پر پوشیدہ نہیں اور اس حد سے صرف اھل تعصب وعناد ہی تجاوز کرتے ہیں۔ وینبغی ان یکون لذة العارف باستماع القرآن فوق جمیع المستلذّٰت۔ (قطب الارشاد ص۳۵۲) چاہیئے کہ عارف (جاننے والا) کا لذت قرآن کے سننے سے سب لذتوں سے بالا ہو۔۱۲ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

فقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی